

گاندھی نامہ



اکبرالہ آبادی

تدوین و تقدیم

ڈاکٹر فخر الکرم

گاندھی نامہ



تدوین و تقدیم

ڈاکٹر فخر الکریم

ادارہ نیا سفر

۶۸، مرزا غالب روڈ، الہ آباد

GANDHI NAMA

Long poem of Akbar Allahabadi

Edited by

Dr. F. K. Siddiqui

Published by

Idara-e-Naya Safar, Allahabad

Price : Rs. 100.00

اشاعت اول : ۱۹۳۸ء

اشاعت دوم : ۲۰۱۰ء

تعداد اشاعت : ۵۰۰

کپوزنگ : جاوید نظر، ر. جان پبلیکیشنز، کریلی، الہ آباد۔ 9335489474

طبع : راسیشورم پرنس، کڑہ، الہ آباد

قیمت : 100 روپے

ملنے کا پتہ

۱۔ ادارہ نیا سفر 68، مرزا غالب روڈ، الہ آباد۔

۲۔ ر. جان پبلیکیشنز، C-82، کالونی، الہ آباد۔

۳۔ انجوبکشناں بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ۔

۴۔ کتبہ جامعہ لیٹریڈ، اردو بازار، دہلی۔

۵۔ بک اپورسیم، بزری باغ، پشاور۔

دیپاچہ

ان اور اتنی میں "گاندھی نامہ" کے نام سے جو مجموعہ اشعار پیش کیا جا رہا ہے، یہ میرے دادا جناب اکبرالہ آبادی (رحمۃ اللہ علیہ) کا کلام ہے، جواب تک کہیں اور کبھی طبع اور شائع نہیں ہوا۔ اس کا یہ نام بھی خود آس جناب کا تجویز کیا ہوا ہے۔

میرے والد جناب سید عشرت حسین صاحب مرحوم مغفور کا ارادہ تھا کہ وہ ان منظومات عالیہ کو شائع فرماتے، مگر صحت کی مسلسل نزاکت اور دیگر اتفاقات نے ان کو اتنی مہلت اور فراغت نہیں دی کہ وہ اپنی حیات میں اس ادبی تخفیف کو قدر دا انوں کے ہاتھوں تک پہنچا سکتے۔ میں کسی طرح اندازہ نہیں کر سکتا کہ جناب والد مغفور اس رسائلے کو کس شکل و شان سے شائع فرمانے کا قصد رکھتے تھے، لیکن جہاں یہ امر میرے لئے تسلیم کا باعث ہے کہ میں اس بارہ ماہیت سے سبک دوش ہو رہا ہوں، مجھے یہ اطمینان اور صرفت بھی ہے کہ یہ عزیز و نعمی صحیفہ میرے والد مرحوم کے دوست اور میرے محترم پروفیسر نعیم الرحمن صاحب کے قابل قدر مطالعے، تکشی اور تمهید کے بعد شائع ہو رہا ہے۔ اس لطف کے لئے ہم سب ان کے ممنون ہیں۔

حضرت لسان العصر کے یہ افکار و خیالات جس خوبی اور کمال کے ساتھ ہمارے آج کے اہل عصر کے افکار و خیالات کی آئینہ داری کرتے ہیں، اس کی دادطلب کی محتاج نہیں ہے۔

سید محمد مسلم رضوی
عشرت منزل، ال آباد
رجولائی ۱۹۳۰ء

چند باتیں

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اکبر اکہ آبادی بلا شک و شبہ اور دو طنز و مزاج کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔ ان کی سربلندی اور سرتاجی بھی بحث طلب نہیں رہی، لیکن ان کی شاعری کل بھی غور طلب تھی اور آج کچھ زیادہ ہی ہو گئی ہے۔ اکبر پر غور تو کیا گیا۔ اچھے خاصے تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے کام بھی ہوئے لیکن اب جب کہ تناظر بدل گئے ہیں، زادی نظر بدل گیا ہے۔ انیسویں صدی کی سماجی صورت سے لے کر تقیم ہند کی حقیقت کی نئی پرتمیں وجہتیں کھل کر سامنے آ رہی ہیں اور مابعد جدید دور میں ثقافت اور صارفیت کے معنی بدل گئے ہیں، ایسے میں ایک اکبر کیا انیسویں صدی کے بیشتر شعرا، کو از سر نو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش جاری و ساری ہے۔ جس کی سب سے عمدہ مثال الاطاف حسین حالی ہیں جن کے اکبر بھی قابل تھے اور اقبال بھی۔ لیکن ایک خاص قسم کی معیار پرست تہذیب و تنقید نے حالی پانی پتی کو پامال اور میدان پانی پت کی طرح شکستہ حال ہی سمجھا۔ کم و بیش یہی

صورت اکبرالہ آبادی کی بھی ہوئی۔ ان کی شاعری کی رنگارنگی۔ چاشنی و تہذیبی بد مراثی کے لطیف طنز کا لطف تو لیازبان و بیان، حرف و لفظ، ردیف و قافیہ کی چستی اور انوکھے پن کا حظ اٹھایا، تبسم فرمایا اور آگے بڑھ گئے۔ لیکن اس عہد کی اتحل پھل، تضادات و تصادمات کی طرح ٹھیک سے توجہ ہی نہ دی گئی۔ تصور ہی نہ تھا کہ شاعری میں اور وہ بھی غزلیہ شاعری میں ایسی بد مراثی طبقہ اشرافیہ کو قطعی منظور نہ تھی۔ شاعری میں سیاست اور سماج کے زیر و بم اور کیف و کم کی تلاش کی ہماری عادت ہی نہ تھی اور نہ تہذیبی فطرت۔ چنانچہ تمام تعریفوں اور نوازشوں کے باوجود اکبریک رخ انداز سے قبول کئے گئے اور خارجی طور پر ہی پسند کئے گئے۔

اب جبکہ ہم سائنسی اور ٹکنیکی دور میں سانس لے رہے ہیں، ملٹی نیشنل کمپنیاں اندر وون خانہ تک داخل ہو گئی ہیں۔ ٹھنڈا کا مطلب کو کا کولا۔ سفید کا مطلب رن صابن جیسے محاورے زبان زد خاص و عام ہو گئے ہیں۔ ہماری تہذیب و ثقافت، صنعت و زراعت، روایت وغیرہ قصہ پارینہ ہو گئی ہیں اور ایک مخصوص بولاعجب صاریں کچھ ہمارے معمولات میں ہی نہیں ہماری ترجیحات میں شامل ہو چکا ہو۔ رشتے ٹکست خور وہ ہو چکے ہوں، محبتیں تجارت میں بدل چکی ہوں، باہمی دکھ ککھ، رسم درواج میں سودوزیاں کا دور دورہ ہو۔ غرضیکہ تہذیب و تمدن، اخلاق و اخلاص میں ایک انقلاب آپکا ہو اور زندگی بس رکنے کا قدیمی و مشرقی تصور ہی بدل چکا ہو تو ایسے میں ایسے ہی اشعار یاد آتے ہیں۔

شبوں میں کورس دن میں فارمولہ درکرتے ہیں
عدیم فرصتی سے ان کی الفت ترک کرتے ہیں

خدا کے فضل سے پیوی میاں دونوں مہذب ہیں
حباب ان کو نہیں آتا انہیں غصہ نہیں آتا

ہم ایسی گل ستائیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے جیئے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

چک دک کی وہ چیزیں ہیں ہر طرف پھیلی
کہ محدود ہے خاطر اگر مول بھی ہے

کانج میں دھوم مج رہی ہے پاس پاس کی
عہدوں سے آ رہی ہے صدا دور دور کی

انقلاب آیا نئی دنیا نیا ہنگامہ ہے
شاہ نامہ ہو چکا اب دور گاندھی نامہ ہے

اشعار اور بھی ہیں جن کو پڑھتے چلے جائیے اور آج کے حالات پر نظر ڈالئے کیا
ان میں آپ کو اکبر کی دور بینی اور مستقبل شناسی نظر نہیں آتی۔ اکبر پہلے شاعر ہیں جنھوں نے
نوآبادیاتی نظام کی طرف بلغ اشارے کئے اور ان خطرات کی طرف نشاندہی کی جو آج سر پر
سوار ہو چکے ہیں۔ اور جس کی چک اور ظلم میں ہم پورے طور پر گرفتار ہو چکے ہیں۔ اچھی
بات یہ ہے کہ آج ان مسائل پر غور خوض کی ابتدا ہو چکی ہے اور اکبر کوئئے حالات میں دیکھنے
اور سمجھنے کی کوشش شروع ہو چکی ہے۔ بحث اب بھی یہ ہے کہ کیا اکبر کی شاعری کوئی باقاعدہ
سیاسی تصور یا نظریہ حیات رکھتی ہے؟ کیونکہ وہ متصادم اور متبدل حالات پر ٹھہر تو کرتے ہیں
لیکن ملک و معاشرہ کا کوئی جامع اور صحت مند تصور پیش نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ خیال
غلط بھی ہو لیکن سیاست کے بارے میں عام خیال یہی ہے کہ وہ باقاعدہ سیاسی انسان نہ تھے
اور نہ ہی عملی سیاست سے وچپی رکھتے تھے۔ بادی النظر میں اس کی ایک وجہ توان کی سرکاری
ملازمت تھی دوسری وجہ ان کی طبیعت کا میلان بھی۔ پھر گاندھی نامہ جیسی تخلیق کے بارے
میں آپ کیا کہیں گے۔ یہاں میں اپنے دوست اور مرتب ڈاکٹر فخر الکریم سے اتفاق کروں گا
کہ اکبر باقاعدہ عملی سیاست کے انسان و شاعر نہ تھے۔ گاندھی جی کی جوبات انہیں پسند آئی
وہ ان کی اخلاقی اور روحانی طاقت تھی۔ مشرقيت اور آدمیت بھی جو ہندو مسلم کی تفریق سے
بالاتر تھی۔ ایسا اس لئے بھی ہوا کہ اکبر خود تصوف کے راستے سے میدان شاعری میں داخل

ہوئے تھے۔ آپ ان کی ابتدائی دور کی غزلیہ شاعری کو ملاحظہ کریں جن میں صاف طور پر
الآباد کا خانقاہی ماحول اور دہلی کا صوفیانہ اثر دکھائی دے گا۔ یہ دو شعر دیکھئے
جہاں ہستی ہوئی محدود لاکھوں بیچ پڑتے ہیں
عقیدے عقل عنصر سب کے سب آپس میں لڑتے ہیں

اک فلسفہ ہے تنقیح کا ادراک کا سکوت کا
باتی جو ہے وہ تاریخ ہے بس عنکبوت کا
پھر قلب ماہیت ہو گئی اور وہ طنز و مزاح کی طرف آگئے۔ اس انداز سے کہ اقبال
جیسا عظیم شاعران کی طنزیہ شاعری پر سردھنارہا اور ابتدأ بجلائے تقیید رہا۔ ظاہر ہے کہ یہ
 موضوعات لفظ اور رباعیوں میں ہی پیش کئے جاسکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ گاندھی نامہ کو بھی
 ملاحظہ کیجئے اس میں سیاست کم سماج زیادہ نظر آئے گا۔ معاشرہ اور انتشار معاشرہ اور یہی
 اکبر کے خاص موضوعات ہیں جہاں وہ ہندو مسلمان دونوں کو نہیں بخشنے۔ کبھی کبھی تو گاندھی
 کو بھی معاف نہیں کرتے، خود یہ شعر دیکھئے

انقلاب آیا نئی دنیا نیا ہنگامہ ہے
شاہ نامہ ہو چکا اب دور گاندھی نامہ ہے
یہاں ہنگامہ کا لفظ مغض شعری ضرورت کے لئے نہیں بلکہ اس دور کی عکاسی کے
لئے استعمال ہوا ہے۔ اور دوسرے مصرعے میں گاندھی نامہ کا لفظ بھی معنی خیز ہے۔ جو سیاسی
تصور کو نہیں پیش کرتا بلکہ گاندھی کے روحاںی آدرش، عوایی حقیقت اور صداقت کی طرف
 اشارہ کرتا ہے۔ گاندھی نامہ کو اکبر کے سماجی تصورات اور معاشرتی تناظرات میں ہی لینا
 چاہئے کا گاندھی جی کی سیاست میں آمد اور اکبر کی زندگی سے رخصت کا وقفہ اس قدر قلیل
 ہے کہ فکری افہام و تفہیم کی بات زیادہ کی نہیں جاسکتی۔

میں یہاں گاندھی نامہ کے اشعار کے فکر و فن پر تبصرہ نہیں کر دیں گا۔ میرا یہ منصب
 ہے نہ یہاں ضرورت۔ میں تو بس اظہار مسرت کرنا چاہتا ہوں کہ میرے دیرینہ اور مخلص

دوست جناب فخر الکریم صدیقی نے اکبر کی اس نایاب کتاب کی اشاعت کی ضرورت سمجھی، مقدمہ لکھا اور ادارہ نیا سفر سے شائع کروایا۔ اس کی اہمیت یہی کیا کم ہے کہ یہ لسان العصر اور امام طنز و مزاج اکبر الہ آبادی کی تخلیق ہے۔ جو پہلی بار ان کی موت کے بعد ان کے پوتے سید محمد مسلم رضوی نے ۱۹۳۸ء میں شائع کی تھی یعنی اکبر کی وفات (۱۹۲۱) کے تقریباً ستمیں ۷۲ برس بعد۔ اب یہ نسخہ نایاب ہے۔ اب اسے دوبارہ نیا سفر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ پہلا نسخہ بھی کتابستان الہ آباد سے شائع ہوا تھا اور دوسرا نسخہ بھی الہ آباد سے شائع ہو رہا ہے کہ اکبر الہ آباد کا پہلا حق ہے۔ ادارہ ذاکر فخر الکریم کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ ان کے ذہن میں اسے نئے مرے سے ترتیب دینے۔ مقدمہ لکھنے اور شائع کرنے کا خیال آیا۔ یہ غرض ایک اشاعت نہیں ہے بلکہ اس عظیم شاعر کے تیس خراج عقیدت بھی ہے۔ یقین ہے کہ اردو کے اس البیلے، سجیلے اور نو کیلے شاعر کا یہ کارنامہ نئے حالات اور نئے تناظرات میں اردو دنیا کو پسند آئے گا اور اکبر کی شاعرانہ تفہیم کے نئے دروازے گا۔ اس امانت کو گلے سے لگائے گا۔

علیٰ احمد فاطمی

جون ۲۰۱۰ء

صدر، شعبۃ اردو

الہ آباد یونیورسٹی

الہ آباد

مقدمہ

ہر ادیب و شاعر کی طرح اکبرالہ آبادی بھی اپنے عہد کے پروردہ ہیں۔ وہ جس عہد میں اپنی شعری تخلیقات پیش کر رہے تھے وہ ہندوستانی تاریخ کا بڑا ایجاد انگلیز، اہم اور فیصلہ کرنے والے دور تھانیز نے تہذیبی رجحانات اور قدیم شافتی میلانات کے تصاصم، اسلام اور عیسائیت کی شخصیت سے عبارت تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد عوام میں اقتصادی بدحالی، مایوسی، احساس کتری اور بے عملی عام تھی۔ نوآبادیاتی نظام کے زیر اثر سماجی زندگی کی نئی علامتیں ابھر رہی تھیں اور ان کے تیز و تند دھارے میں قدیم روایات کا سرمایہ ذمگار ہاتھا۔ ایسی ناہموار فضاظا اور ماحول میں ہندوستانی سماج کا دو طرح کے طبقوں میں بٹ جانا فطری تھا۔ بقول پروفیسر سید محمد عتیل :

”ایک طبقہ کو اپنی مذہبی روایات و اعتقادات کے باطل اور شکست ہونے کا غم پریشان کر رہا تھا تو دوسرے کو اپنی محبوبی،

اقتدار کے خاتمے کا رنج تھا۔ کچھ ایسے لوگ تھے جو روشنی پر تاریکی اور
چہالت کو دانشمندی پر ترجیح دے رہے تھے۔ مگر کچھ ایسے بھی تھے جو
کسی حد تک نئی روشنی سے متاثر بھی ہو رہے تھے۔ اس طبقہ کے افراد
انگریزی تعلیم، انگریزی خیالات اور نئے نظام کی قدر و قیمت کو تسلیم
کرنا ہندوستانی عوام کے لئے محسن خیال کرتے تھے۔ اکبر پہلے
طبقے کے سب سے بڑے حامی اور نقیب تھے۔“

اکبر کا پیغام : نئی فکریں

پیشتر ناقدین ادب نے اکبر کی شاعری کا مجموعی حیثیت سے جو محاکمه کیا ہے اس
کے مطابق ان کی شاعری نہ ہب کی زبردست پاسداری، نئی تعلیم اور تہذیب سے حد درجہ کی
مخالفت، فیشن اور نئی تحریک و ایجاد سے نفرت کا اعلانیہ ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ مشرقی
تہذیب اور نہ ہب ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ وہ مشرق کی ہر چیز کو قابل قدر سمجھتے تھے
اور مغربی تہذیب کی ہربات کو رد کرتے تھے۔

طریقِ نو کو کیا سمجھا ہے تو منزل ترقی کی
نگاہ پیش میں میں جادہ راہ عدم یہ ہے

تہذیب قدیم کے جب ارکان تھے چست
ملکی حالات سب رہے صاف و درست
تعلیم جدید نے یہ فتنہ پا
• اے باہ سبا ایں ہم آور دہ تست
اس کے برعکس ڈاکٹر خواجہ محمد ذکر یا کاغذیال ہے:

”اکبر کی شاعری مقدمہ ی تھی۔ سنجیدہ اور احمد مسائل کی
حامل خانہ انگریزوں کی ہے۔ آنے والے بزرگ ہوتے ہیں، ان کے ہمراں سمجھنے

پر مائل کرنا اور احساس کمتری دور کر کے خود اعتمادی حاصل کرنا وغیرہ
وغیرہ۔ مگر جب مرض کو مرض ہی نہ تصور کیا جائے تو علاج کی طرف
کون توجہ دے سکتا ہے؟ لوگ تھے کہ انگریزی لباس اور آرائش پر
مٹے جاتے تھے۔ اکبر نے لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے مزاجیہ
اسلوب کا طریقہ سوچا۔ اگرچہ قوم نے اسے بُلی مذاق ہی سمجھا اور
اب تک سمجھ رہی ہے۔“

(اکبر الہ آبادی تنقیدی اور تحقیقی مطالعہ ص ۷)

اکبر مزاح نگار اور طنز گو ہیں۔ ان کی ظرافت کا دائرہ بسید و سیع ہے۔ سیاست،
مفری تہذیب اور حالات حاضرہ ان کی طنزیہ اور مزاجیہ شاعری کے لئے جیشار موضعات
مہما کرتے ہیں۔ سیاست سے اکبر کو براہ راست کبھی عملی کوئی دلچسپی نہیں رہی اور نہ انہوں
نے کبھی باقاعدہ اس فن کا مطالعہ کیا تھا اور نہ اس موضوع سے ان کے ذہن کو کوئی مناسبت
نہیں، لیکن پہلی جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد جب ہندوستان کی تھہری ہوئی سیاست میں
مہاتما گاندھی کا غالبہ شروع ہوا اور ولٹ ایکٹ، جلیانو والا باغ کا لرزہ خیز واقعہ، تحریک ترک
مولات اور تحریک خلافت کے ذریعہ پورے ملک میں عملی سیاست کی انقلابی روح جاگ
اٹھی تو اکبر کو اپنے وقت کے سیاسی حالات سے دلچسپی پیدا ہوئی لیکن جوزمانہ گاندھی جی کے
شهرت اور عروج کا تھا اسی زمانے ۱۹۲۱ء میں اکبر کا انتقال ہو گیا اور نہ اکبر ان کا تذکرہ مختلف
زاویوں سے کرتے۔ اس بات کو بھی نہ بھولنا چاہئے کہ اکبر سرکاری ملازم تھے وہ کسی ایسی
تحریک کا کھل کر ساتھ نہ دے سکتے تھے جس کا براہ راست نشانہ برطانوی حکومت ہو۔ وہ
گاندھی جی کی اخلاقی طاقت اور خالص مشرقی انداز نظر کے معترض تھے اور تحریک ترک
مولات کے حامی بھی۔ انہوں نے اس تحریک کا تذکرہ بڑے پر زور انداز سے کیا ہے جو
بے سروسامانی سے شروع کی جا رہی تھی اور جو برطانوی حکومت کے مقابلے میں بظاہر بالکل
کمزور اور معمولی چیز نظر آ رہی تھی۔ اس سلسلے میں ان کا یہ اعتراف بھی ملاحظہ ہو

مدخولہ گورنمنٹ اکبر نہ ہوتا
اس کو بھی آپ پاتے گاندھی کی گوپیوں میں
یہی نہیں اکبر نے سودیشی تحریک، ہندو مسلم اتحاد اور سیاسی جدوجہد میں ان کے
فلسفہ عدم تشدد کی اخلاقی قدر و قیمت کی تائید بھی کی۔

لشکر گاندھی کو ہتھیاروں کی کچھ حاجت نہیں
ہاں مگر بے انتہا صبر و قناعت چاہئے
مہاتما گاندھی کی شخصیت اور عظمت کے پیش نظر ایک مجموعہ اشعار 'گاندھی نامہ'
کے نام سے مرتب کیا جس کے زمانہ تحریر کو ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۱ کے درمیان سمجھنا چاہئے۔ یہ چھلی
بار ۱۹۳۸ء میں لاہور ادارہ کتابستان سے شائع ہوا۔ بعد میں اس کے پیشتر اشعار
کلیات اکبر جلد چہارم کتابستان کراچی میں بھی چھپے۔ (بحوالہ: اکبرالہ آبادی از خوبیہ محمد زکریا
سیدی و تحقیقی مطالعہ ص ۳۰۹)

'گاندھی نامہ' کی ابتداء میں یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

انقلاب آیا نئی دنیا نیا ہنگامہ ہے

شاہنامہ ہو چکا اب دور گاندھی نامہ ہے

گاندھی نامہ کے دو مختلف طے خود اکبر کے مرتب کئے ہوئے ہیں۔ چھونا مجموعہ 'نقش
اول' اور بڑا 'نقش ثانی' ہے۔ چھوٹے نسخے میں کا ۲۲ (پاٹھ) اشعار ہیں اس پر کوئی عنوان
نہیں ہے۔ مگر بڑا نسخہ میں کا ۶۲ (پاٹھ) اشعار میں مختصر اور جامع تہذید کے ساتھ چھیش کیا
ہے۔ ان ۶۲ (پاٹھ) اشعار میں سے صرف آٹھ ایسے ہیں جو بڑے نسخے میں نہیں ہیں، باقی
سب اس میں موجود ہیں۔ اس لئے ان کو اشاعت دوم میں شامل نہیں جا رہا ہے یہ اشعار
حسب ذیل ہیں۔

یہ دال لب گنگ کبھی گل نہیں سکتی کنو کے پٹانے سے بلاں نہیں سکتی
تہہ اور دھوٹی بہت تگ آئے تھے پتوں سے لیکن اب پتاون ڈھملی ہے اسی منشوں سے

انگریز تقوی بھی ہیں اور سرافراز بھی ہیں
تدبیر میں علم و فن میں ممتاز بھی ہیں
باپو کو نچا دیا جو چابی دے کر
اس سے یہ کھلا کر دل گھنی پاز بھی ہیں
دولت کے بیچ میں ہیں تمہیں بگدھے ہیں
صاحب بنا رہے ہیں، ہم لوگ بن رہے ہیں
آسمانی توبہ طلتی ہے کہیں صدیوں کے بعد
لیکن انہوں جاتی ہیں ساری غلطیں دو فیر میں
جو گردہ میں تھا حریفوں نے اڑ لیا اس کو مفت
ایک اٹھارہ جنوری میں اور من چھ کفترم اونچی گفت
کتاب مل کر یہ اس کے فروکرنے کی لذت کو
اٹھارتے ہیں وہ خود فتنہ ہائے بے حقیقت کو
بردا مجوعہ چھوٹے مجوعے کی توسعہ ہے جس میں ۱۹۸ (ایک سو اٹھانوے)
قطعات ہیں جو سات عنوانات کے تحت ۲۷۲ (تمیں سو بہتر) اشعار پر مشتمل ہیں۔ سرورق کا
شعر شمارہ ۱۸۱ میں دوبارہ لکھا گیا ہے۔ اس نئے اشعار کی صحیح مجموعی تعداد ۱۷۲ ہوتی ہے۔ نقش
اول کے سلسلے میں پروفیسر نعیم الرحمن لکھتے ہیں:

”شاعر کسی ایڈیٹر صاحب کو مخاطب کر کے ایک مسلسل
عبارت کی صورت میں گاندھیت اور اس کے پیدا کئے ہوئے مسائل
پر عوام و خواص کی رائے بیان کر کے ان کے خیالات اور توجہات کی
ترجمانی کرتا ہے۔ وقتی حالات کا جائزہ لیتا ہے، اپنی ذاتی رائے کا
اظہار کرتا ہے اور ماحول پر غائز نگاہ ڈال کر بدلتے ہوئے حالات اور
عقائد پر نقد و تبصرہ کرتا ہے۔ اس تمام ہنگامہ کو مصنف علام نے ”فتنه
موجودہ“ کا نام دیا ہے۔ افسوس ہے کہ اس مخطوطے میں کہیں کوئی
ایسی تحریر نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکتا کہ یہ خطاب کن ایڈیٹر
صاحب سے ہے۔ اور نہ کہیں کوئی تاریخ درج ہے جس سے زمانہ
تحریر کا سراغ ملتا۔“

(تمہید گاندھی نامہ اشاعت اول ۱۹۳۸ء)

ان دونوں باتوں کا جواب عبدالماجد دریا آبادی یوں تحریر کرتے ہیں :

” ۱۹۱۹، ۱۹۲۰ اور ۱۹۲۱ میں یہ نیازمند برابر حاضر خدمت ہوتا رہا اور گرامی ناموں سے بھی مشرف ہوتا رہا۔ یاد نہیں پڑتا کہ کبھی اس رسالے کا ذکر فرمایا ہو۔ سب سے پہلے اس کا ذکر آخری جولائی میں فرمایا اور آہ کہ وہی آخری ملاقات تھی۔ قیاس ہوتا ہے کہ اسی زمانے میں اس سارے کلام کو یعنی جو کچھ بھی گاندھی جی اور ان کی تحریک ترک مولات وغیرہ کے سلسلے میں تھا، کنجما کر دینے کا خیال آیا تھا۔“

دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں :

”حضرت اکبر کی جس عبارت کا حوالہ ہے وہ اصل میں یوں ہے۔ ”جناب ایڈیٹر صاحب! دو چار روز سے آپ کے ایڈیٹوریل فتنہ موجودہ کے متعلق بہت معنی خیز ہوتے ہیں....“ اس گلزارے میں صاف کر دیا کہ کوئی رسالہ یا ہفتہ وار نہیں بلکہ کوئی روزنامہ ہی مراد ہے اور روزنامہ پابندی کے ساتھ صرف ”ہدم“ (لکھنوا) ہی حضرت اکبر کی نظر سے گزرتا تھا اور ایڈیٹر ہدم سید جالب دہلوی سے حضرت اکبر کے ذاتی تعلقات تھے۔ جالب صاحب گاندھی کے معاملے میں حضرت اکبر کے ہم خیال تھے..... شاعر کا مکتوب جالب صاحب ایڈیٹر ہدم کے نام ہے۔“

بحوالہ اکبر الہ آبادی تحقیقی و تقدیمی مطالعہ از ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا ص ۳۰۲-۳۰۳

گاندھی نامہ کے نقش ٹالی میں سات عنوان قائم کئے گئے ہیں :

- ۱۔ اعتراضات
- ۲۔ ہندوؤں کے ساتھ ہو گئے
- ۳۔ گاندھی کا ساتھ بغاوت نہیں ہے

- ۴۔ ترک موالات کی توجیہ
- ۵۔ عدم ترک موالات کی توجیہ
- ۶۔ بے پرواںی و بے تعلقی
- ۷۔ ظرافت

اکبر نے تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت کے نشیب و فراز کو ظفر کے پیرائے میں موضوعِ خن بنایا ہے۔ تحریک ترک موالات کے سلسلے میں بعض افراد کا یہ خیال تھا کہ یہ سب ہنگامہ وقتی اور عارضی ہے۔ اس ملک میں اب کسی طرح کی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے عوام کا ایک بڑا طبقہ ترک موالات سے معدود ری ظاہر کرتا ہے۔ کچھ اشعار ملاحظہ کجھے۔

جاہ دوزر کے رہے انگلش سے ہیشہ طالب
عبد پیری میں بدل سکتے ہیں کیونکر قالب
مشتہر کر دیں یہ ہدم میں جناب جالب
زندگی بھر تو رہا عشق بتاں ہی غالب
وعظ گاندھی سے بدل سکتے ہیں کیونکر باطن
عمر ساری تو کئی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلمان ہوں گے

بے ظاہر ایک ایسی تحریک اور ایسا لائچے عمل جس سے براہ راست روٹی روزی پر اثر پڑنے کے امکانات ہوں، کچھ غور و فکر کا طالب تھا۔ پھر یہ بھی سراسر حمافتوں کی تجویز معلوم ہوتی تھی کہ ایک ایسی قوم سے مقابلہ کیا جائے جس کی حکومت میں کبھی آفتابِ غروب نہیں ہوتا، جس کے قبضہ میں بھی کچھ ہے اور جس کے نام کی ہیبت سے ہی بڑے تے بڑا حکراں کا نپتا ہے۔ مختصر یہ کہ ایسی تجویز پر عمل کرنا تو درکنار اس کا تصور ہی محال معلوم ہوتا تھا۔ نچلے اور متوسط طبقوں کے افراد نے ضرور ہمت کر کے ان تحریکوں اور تجویزوں پر عمل کیا لیکن

بڑوں کے پاس بہت سے بہانے تھے۔ اکثر افراد نے درمیانی روشن اختیار کی۔ مایا بھی ہاتھ
گلی اور رام بھی مل گئے۔ ذرا ان اشعار پر غور کیجئے۔

ہزاروں ہی طریقوں سے ہم انگریزوں کو گھیرے ہیں
طواف ان کے گھروں کا ہے، انھیں مردوں کے گھیرے ہیں
سواری ہے انھیں کی راہ ان کی اور ڈاک ان کی
انھیں کی فوج ہے ان کی پلس ہے اور تاک ان کی
ہوا میں ائیرشپ ان کے سمندر میں جہاز ان کے
عمل ہم میں کیا کرتے ہیں نامعلوم راز ان کے
علوم ان کے، زبان ان کی، پرس ان کے لغات ان کے
ہماری زندگی کے سارے اجزاء پر ہیں ہاتھ ان کے
بہت ایسے بھی ہیں جو ترک تعاوون کے بھی قائل ہیں
مگر اونچے جو ہیں اکثر طواف انگلش کے مائل ہیں
فقط ضد ہے جو کہتی ہے کہ جب اپنی زبان کھولو
ہمارے پیشوائے ملک گاندھی جی کی جے بولو
دھوم ہے ترک موالات میں اور نام بھی ہے
ساتھ صاحب کے مگر امن ہے آرام بھی ہے
شیخ پر فیر بھی کرتے ہیں نمازی بھی ہیں آپ
مد و کفر بھی ہے رونق اسلام بھی ہے

اکبر کے دور میں سب سے بڑا سوال ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہم بھیتی کا تھا۔
انگریزوں نے ہر ممکن ذریعہ سے ہندوستان کی تاریخ کو منځ کر کے یہ بات ثابت کر دی تھی
کہ مسلم حکمرانوں نے ہمیشہ ہندوؤں پر مظالم کئے اور ان کے ساتھ بڑا ہی متعصبا نہ سلوک
کیا۔ مختصر یہ کہ انگریزوں نے ”لڑاؤ اور راج کراؤ“ کے مقولے پر عمل کر کے دونوں کے دلوں

میں نفرت کا نجیب بودیا تھا۔ ایسی صورت میں ان کا آپس میں تحد ہونا اور کسی تحریک کی کامیابی ناممکن نہیں تو دشوار ضرور تھی۔ اس لحاظ سے ایک دوسرے طبقے کا خیال تھا کہ بہتر اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ ”کاغذ پر گھس گھس کے آئینی جنگ کی جائے“ اگر اس سے کچھ مراعات حاصل ہو جائیں تو بہتر ہے ورنہ خاموشی اور صبر کے ساتھ خدا کو یاد کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

اختلافوں کے مہیا ہیں جب امکان اتنے
متفرق ہو نہیں سکنے کے مسلمان اتنے
ہو تیزیٰ انور کی جو ہوس ہنگامہ کرو تو پوں سے بھنو
گاندھی کی جو حکمت خوش آئے چپ چاپ گزی کے تھان بنو
صاحب کی رفاقت ہو جو پسند آسام میں جا کے چاۓ چنزو
اکبر کی جو مانو بیٹھ رہو جو کچھ بھی ہو لیکن صبر کرو
اور حمد خدا کے گیت سنو

یا پھر ”اونٹ کو متانت اور گائے کو کلیں زیبا“ ہوم روں ان کو مبارک ہم کو تقویٰ
چاہئے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کی آپسی تفریق اور مخالفت کے باوجود مسلمانوں کا ایک
طبقہ ایسا پیدا ہو گیا تھا جس نے ہندوؤں کی ہمتوالی میں گاندھی جی کو اپنا لیڈر مان لیا تھا۔ وقتی
طور پر یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ اگر یہ اتحاد آجیں میں قائم رہے اور دونوں سیاسی کمیٹی میں مل
جائیں تو آزادی کی راہ آسان ہو جائے گی لیکن اس میل ملاپ سے شاعر مطہن نہیں ہے
اسی میل کا آج کل ہے ظہور

خدا جانے ظلت ہے اس میں کہ نور

کیونکہ بھجنی کے خارجی سامان اور فلاج کی امیدوں کے باوجود ایسے لوگ بھی
معقول تعداد میں تھے جو اس اصول کو اسلامی تقویٰ کے منافی سمجھتے تھے۔ ایسے افراد کا خیال

تھا ”صاحب سے رہے مل کے وہی خوب ہے نیو“ یا ”جس کو ہوز درخانہ جنگی کا دہ کرے سامنا فرنگی کا“

ایک تیری جماعت ایسے لوگوں کی بھی تھی جن کے خیال میں دنیا میں انقلاب اور ہنگامے بہت ہو چکے ہیں ان تمام جھگڑوں سے اپنے کو الگ رکھنا چاہئے۔ فائی اور بے ثبات زندگی کے لئے یہ سب الجھنیں کیوں پالی جائیں۔ ہاں اگر کسی کوشان و شوکت کی چاہت اور سماج میں نمایاں ہونے کی تمنا ہو تو وہ گاندھی جی کے ساتھ ہو جائے۔ اسی لئے بزرگوں کا قول تھا

فقط اک لہو و لعاب ہے یہ حیات تو دنیا
بعد مرنے کے جو پیش آئے گا جینا وہ ہے
تجربہ ترک تعاون کا کریں یہ نونہال
گور میں جو پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں ان کو کیا
خاتمہ بالغیر ہے ان کا پرانے راگ پر
وہ کہاں پائیں تئے سراور کریں اس دھن کو کیا

مسلمان قوم مجموی طور پر ہندوؤں کے مقابلے میں سماجی اور معاشری معاملات میں بہت کمزور اور پچھڑی ہوئی تھی اس لئے ان کو ان سارے جھمیلوں سے الگ تھلگ رہنا چاہئے کیونکی

ان میں نہ رنگ دروش ان میں نہ شان شاہی
گالی ہے اور زندگی چرخہ اور انجمن

آخر میں ظرافت کے عنوان سے ۲۷ (تہتر) قطعات میں ۱۲۹ (ایک سو انتیس) شعر ہیں ان میں اس وقت کے سماجی نشیب و فراز اور گاندھیت کے ہر پہلو کا عکس بہت ہی نمایاں ہے۔ گاندھی نامہ کے موضوعات کا احاطہ کرتے ہوئے پروفیسر فیض الرحمن لکھتے ہیں:

”مسلمانوں کا رجحان اور تذبذب، ہندوؤں کا بیباکانہ

اور بے تھا شہ اقدام، برطانوی حکومت اور قوم سے ہندو اور مسلم کی روز افزون نفرت، وطن میں آزادی کے لئے دنوں کی مساویانہ سعی اور عمل کی ضرورت، مسلمانوں کی ہندوؤں کی طرف سے بے اعتباری... قدیم ایشیائی اور ہندی تہذیب اور اطوار کی طرف رجعت، نوجوان ہندیوں کی دین اور مذہب سے بیزاری اور آزادانہ بے راہ روی، گاندھی کے قول فعل میں مذہب اور رہنمائیت کے رنگ روپ میں ایک طرف اہل وطن کی عافیت جوئی اور برطانوی حکومت و اقتدار کی شکنی... ہندوستان کی ملت اسلامی کو علی الدوام، دوسروں کا دست مگر رکھنے کی تدبیریں... ایک طرف الہ جاہ و ثروت کی سازش، مذہب، دیانت اور مساوات کا رو بادہ بازانہ اظہار۔ دوسری طرف بے عملی، بے علمی، بے زری، بے نظمی، عدم اتفاق، صحیح قسم کے رہنماؤں کی تایابی اور ایسے عالم اور کیفیات میں مخرا الذکر کی کمزوری اور بے بُسی۔ یہ تمام مضامین اور حقائق ظرافت اور بلاغت کے حقیقی معنوں میں اس باب میں جمع اور مرکوز ہیں۔ ان اشعار میں سے تمثیل اور توضیح کی غرض سے اگر انتخاب کیا جائے تو غالباً یہ کل باب ہی نقل ہو جائے گا....“

(تمہید گاندھی نامہ ص ۳، ۶)

اکبر کے تمام کلام خصوصاً گاندھی نامہ میں مس، شیخ، سید صاحب، اونٹ، گائے، کلیسا، مسجد، دری، برت، کالج، برہمن، لالہ، بدھو، جمن، موہن اور سلو وغیرہ کے کردار سماج کے ہر طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں اور خاص مقاصیم کے حال ہیں۔ مس مغربی تہذیب کی دلکشی و نظر فرمی کا مجسمہ ہے۔ شیخ ظاہر پرست مسلمان ہے جو لفظ پر مرتا ہے اور معنی سے بے خبر ہے۔ سید صاحب نر سید احمد خاں یا حامیان علی گذھ کی طرف اشارہ ہے جو مغربی تعلیم و

تہذیب کے دلدادہ ہیں۔ اونٹ عرب اور اسلام کے شاندار ماضی کا اشاریہ ہے۔ گائے سے مراد ہندو تہذیب ہے۔ بدھ، جمن وغیر عوام اور نچلے طبقے کے اعلامیہ ہیں۔ اسی طرح انور بے، مل، علی برادران، حضرت برہم، ہدم، جارج چشم، امیر کابل وغیرہ کا ذکر مخصوص سیاسی صورتوں اور واقعات کی طرف ذہن کو مبذول کرتا ہے۔

گاندھی نامہ کی کوئی ایک مخصوص شعری ہیئت (Form) نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے یہ مختلف اور متعدد اشعار کا ایک مجموعہ ہے جس میں رباعیات، قطعات اور مفردات، پیروڈی اور تصمین سمجھی کچھ شامل ہیں مگر ان میں ایک اتحاد معنوی موجود ہے جو کہیں کہیں کمزور اور خفی ہو گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا "گاندھی نامہ" کو اگر ایک لظم سمجھا جائے تو اسے صنف لظم میں ایک تجربہ قرار دینا ہو گا۔ لظم اور غزل کے پرایہ میں بھی کہیں کہیں باتیں کی گئی ہیں۔

یوں تو اکبر ہر اس چیز سے شاکی تھے جو زندگی کی کشکش میں نئی معلوم ہو رہی تھیں لیکن گاندھی نامہ بیسویں صدی کے ربع اول کے سیاسی انتشار کا بہت عمدہ مرقع ہے جس میں انہوں نے اپنے عہد کے سماج، سیاست، مذہب، اخلاق، معیشت، ادب اور روحانیت کو بڑے عی معرضی انداز سے پیش کیا ہے۔ جس میں کوئی ایک نقطہ نظر ٹھوننے کی کوشش نہیں کی گئی ہے بلکہ سماج کے سمجھی طبقوں کے خیالات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اور آخر میں نتیجہ قاری پر چھوڑ دیا ہے۔ بقول رشید احمد صدقی:

"انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز

(تقریباً پچاس سال تک) میں سیاسی شعور کو سمجھنے کے لئے اکبر کے کلام سے ہر طرح کی مدد لی جاسکتی ہے....."

اردو شعر و ادب کی تاریخ میں گاندھی نامہ کی اہمیت اور معنویت یہ ہے کہ انہوں نے ان اشعار میں گذشتہ صدی کی ڈھنی کشکش اور تہذیبی تصادم کی داستان رقم کر دی ہے۔ تصادم اور کشکش سے آج بھی بدلتی ہوئی صورتوں (گلوبالائزیشن اور صارفیت) میں

تیری دنیا کے تمام ممالک نہ ردا آزمائیں۔ اس بنیاد پر اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے جس خوبی سے اپنے دور کے حالات کو سمجھا اور اپنی تقدیمہ بصیرت سے ان کو اپنی شاعری کا جزو اعظم بنایا اس طرح سے ان کا کوئی ہم عصر شاعر نہ بن سکتا تو بے جانہ ہو گا۔

گاندھی نامہ کا پہلا ایڈیشن نایاب ہے لیکن اس کی ایک کاپی میرے عزیز دوست پروفیسر علی احمد فاطمی کے پاس موجود ہے۔ انہوں نے ہی یہ نایاب نسخہ نہ صرف عنایت کیا بلکہ اس کے دوسرے ایڈیشن کے شائع کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ پہلے ایڈیشن میں پروفیسر فتح الرحمن کا طویل مقدمہ بھی شامل اشاعت ہے لیکن یہاں اختصار کے پیش نظر اسے حذف کیا جا رہا ہے۔ باقی سب کچھ ویسا ہی ہے۔ میں ممتاز ادیب و ناقد استاد محترم سید محمد عقیل رضوی صاحب کا کن الفاظ میں شکر یہ ادا کروں کیونکہ گاندھی نامہ کی اشاعت کے سلسلہ میں انہوں نے مجھے مفید مشوروں سے نوازا ہی نہیں بلکہ قدم قدم پر رہنمائی بھی فرمائی۔ آج جو کچھ بھی میرے قلم میں گرمی ہے وہ سب انہیں کافی ہے۔ میں اپنے دوست فاطمی کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے نہ صرف تحریک دی بلکہ ادارہ نیا سفر سے شائع بھی کیا۔ میں ڈاکٹر صالحہ زریں کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان کے بھی مشورے اس کتاب کے سلسلے میں شامل رہے۔ جاوید نظر کا بھی شکر یہ کہ انہوں نے کپوزنگ اور اشاعت کے سارے کام بہ حسن و خوبی انجام دیئے۔

ڈاکٹر فخر الکریم

جون ۲۰۱۰ء

الہ آباد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انقلاب آیا نئی دنیا نیا ہنگامہ ہے!
شاہ نامہ ہو چکا اب دور گاندھی نامہ ہے!

گاندھی نامہ

مہاتما گاندھی کے اس وعظ "ترک موالات" پر
بیوں پہلو سے نظر کی گئی ہے۔ جو شریک نہیں ہوئے ان کی
طرف سے معذرت...۔۔۔

اعتراضات

۱

میری خودداری کو آخر لے گئے اس میں گھیٹ
اب ہے میری نوحہ خوانی اور ان کی اسٹریٹ ٹے

صبر و یکسوئی و تقویٰ کو کہوں گا میں بجا
یہ تماشائے حقارت آفریں، لیکن برا

۲

نادیدنی امور کا تھا اک جگہ بُکھا
سب نے کہا کہ ”آپ بھی اللہ بولئے“
میں نے کہا کہ ”دفع کی طاقت نہیں رہی
منظراً گر برا ہے، تو آنکھیں نہ کھولئے“

۳

چکا ہے بہت پونکھل اب اثر قوم
ہے قوم تو بے پ، مگر اڑتا ہے زبر قوم

کیا دین کے سرے سے کھلے چشم بصیرت
دنیا ہی کی تخلیل پہ جب ہو نظرِ قوم
اعزاز و اثر کی عبثِ امید ہے تجھ کو
حالت تو یہ ہے پیش در غیر و سرِ قوم!

۳

ظالم کو گالیاں دیں، ظلم اس کا پایا افزوں
بار زبان اتارا اور بار دل بڑھایا

۴

دیا سلانی کی تیزی تو آگئی ہم میں
کسر ہی ہے کہ ذیبا انھیں کی جیب میں ہے

۶

ساز گلو چھڑا ہے، ہرست اک اٹچ ہے
لیکن ذرا سجن تو عف عف ہے یا گرج ہے

۷

نازک بہت ہے وقتِ خوشی سے ربط کر
غصہ ہو، آد ہو کہ بنی سب کو ضبط کر

۸

علتوں کو تو خود کیا پیدا
اب یہ معلول پر فنا کیسی

۹

ہاذی تو مسلسوں کی اب بھی ہے گرم لیکن
باقی نہیں سالا شخنی بگھارنے کو
وہ زندگی کہاں اب تھی جس میں جیت اپنی
اب ہر طرف ہے خفت جیتے ہیں ہارنے کو

۱۰

خاموش بڑائی کرنے والے ہیں کھڑے
اس وقت تو وہ بڑا جو صاحب سے لڑے
کہتے ہیں ہمیں مصیبتوں بر پڑ جائیں
کب تک یہ ڈریں، کہیں مصیبت نہ پڑے

۱۱

اور ہی تھی ساخت تیروں کی، نشانہ اور تھا
یہ زمان اور سے اور وہ تھا

۲۶

تھی نہ یہ لیڈر کی رقصی نہ یہ قانونِ غرب
سننے والے اور تھے اس وقت گانا اور تھا

۱۲

ہو تیزی انور کی جو ہوس ہنگامہ کرو تو پوں سے بجنو
گاندھی کی جو حکمت خوش آئے چپ چاپ گزی کے قمان بنو
صاحب کی رفاقت ہو جو پند آسام میں جا کر چائے چنو
اکبر کی جو مانو بینہ رہو جو کچھ بھی ہو لیکن صبر کرو
اور حمدِ خدا کے گیت سنوا!

۱۳

تلہ سے کہہ دو کہ تجھ میں خامی ہے
زندگی خود ہی اک غلامی ہے

۱۴

زندگانی ہو دراز ان کی خوش اقبالی کی
مولی صاحب کی نہ چلتی ہے نہ بنگالی کی

۱۸

۱۵

دل کی طاقت کیا یونہی طاقت کو کھونا چاہئے
یعنی بس بکتا پھرے ہر اک ”یہ ہونا چاہئے“
اہل ظاہر کے تماشوں سے تو کچھ ہوتا نہیں
صاحب باطن کو تہائی میں رونا چاہئے

۱۶

اختلافوں کے مہیا ہیں جب امکان اتنے
متفرق ہو نہیں سکنے کے مسلمان اتنے
حکم صاحب نے دیا ہے کہ شرارت نہ کرو
خبر اتنی ہی، اور اخبار کے سامان اتنے

۱۷

نہ سمجھے تھے یہ نئی روشنی کے پردازے
یہی ہے قصر خلافت کی پھونکنے والی
دعا میں رویے اس وقت یہ مناسب ہے
ہنسا رہی ہے حریفوں کو آپ کی گالی

۲۹

۱۸

چشم شاعر میں بہت دلکش ہے گودہ بھی ، مگر
آپ کی آنکھوں کے آگے ذکر زگس کیا کریں
زور بازو جب نہیں ہے جب نہیں تنق و تنگ
سرگنوں خامے سے پھر کاغذ پہ گھس گھس کیا کریں !

۱۹

ٹھوکنے تھے مرد میداں ہی کی پیٹھے
اب رزویوش پہ جے ہونے لگی

۲۰

اپنی جگہ پہ ہراک کا ارماد نکل رہا ہے
تو پیس بھی چل رہی ہیں جوتا بھی چل رہا ہے
لیکن رہائیں چپکا دل میں یہ بات سوچی
کس تقویت پہ انھوں انجینئر نہ موچی

۲۱

ثواب جب ہے کہ ناخوش ہو اس بنا پہ تم
دلوں کو طاعت حق سے یہ دور کرتے ہیں

نہ یہ کہ عیش ہمارا کیا انھوں نے 'تخت'
ہمیں ضعیف سمجھ کر غرور کرتے ہیں

دشوار ہے متحف آنزا ہونا
کچھ سہل نہیں علی برادر^۲ ہونا
ہاں سب یہ دعا کریں کہ ان بندوں کو
آسان ہو پیر و پیغمبر ہونا

تمہاری چال راہ کفر سے کس دن الگ دیکھی
جو ظلم گرگ ان میں ہے تو تم میں حرث سگ دیکھی

جس بات کو مفید سمجھتے ہو خود کرو
اور وہ اس کا بار نہ اصرار سے دھرو
حالات مختلف ہیں ذرا سوچ لو یہ بات
دشمن تو چاہتے ہیں کہ آپس میں لڑ مرد

۱۔ انگریزی: عزت، وقار

۲۔ یعنی مولا نا محمد علی اور ان کے بھائی شوکت علی، مشہور راہبران ملک دامت

۲۱

۲۵

نہ راجحی کا مجھے شوق ہے نہ شاہی کا
اگرچہ میں بھی ہوں طالب مگر خدا ہی کا
یہ وعظ مغرب اور اس کا اثر یہ ملت پر
بنا ہے شوق ترقی سبب تباہی کا

۲۶

دید کے قابل اب اس الو کا فخر و ناز ہے
جس سے مغرب نے کہا ”تو آزری باز ہے“

۲۷

رفیق شیطان چمک گئے ہیں، معین آدم دبک گئے ہیں
سنائیں کیا تم کو قول فیصل کہ غور کر کر کے تھک گئے ہیں
ہمارا چلنا وہ رینگنا ہے جو کچھوے بھی ہنسیں بجا ہے
مگر زبان پر وہ زمزہ ہیں، کہ سن کے بلبل پھڑک گئے ہیں

۲۸

اکملت لكم دینکم ۱ اسلام کو بس ہے
باتی ہے اگر کچھ تو وہ دنیا کی ہوس ہے

۱۔ قرآنی آیات کے لکھنے ہیں، میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو ملک کر دیا۔

توحید کا مسلم نے بجا رکھا ہے ڈنگا
 طاعت سے وہ رکتا نہیں لندن ہو کہ لنگا
 دنیا کی یہ ترکیب تو بالو کی ہے اک بھت
 دینی جو نظر سمجھئے اسلام کی ہے جیت
 اَتَعْمَلُ عَلَيْكُمَا کا تو کچھ کرنے سکے پوپ
 اُمَّلِیٰ لَهُمْ اِشْرَاكٌ تھا، ایجاد ہوئی توب
 صدیوں کی حکومت نے کیا دین کو مربوط
 اب وہ نہ رہی بھی تو یہ دین اپنا ہے مضبوط
 ہرچند کہ گردون ہمہ دم درپی فیراست۔
 ذل رابہ خدا دار کہ انعام بہ خیر است

۱۔ قرآنی آیات کے لکھے ہیں، میں نے تم پر پورا کر دیا۔

دونوں مل کر ملے بعد دیگرے ایک ہی آیت (سورہ مائدہ، آیت ۲) کے آخری حصے میں آئے ہیں۔ ارشادِ الہی ہے کہ ”آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کیا۔“ یہ قرآن مجید کے نزول وحی کے لحاظ سے سب سے آخری آیت ہے۔

۲۔ یہ الفاظ قرآن مجید میں دو مقام پر آئے ہیں (۱) سورہ اعراف آیت ۱۸۳ میں، جہاں اللہ نے اپنی نشانوں کے جھٹلانے والوں کے متعلق یہ الفاظ فرمائے ہیں ”میں ان کو مہلت دیتا ہوں۔ بے شک میری تدبیر مضبوط ہے۔“ (۲) سورہ قلم آیت ۲۵ میں بھی بالکل یہی الفاظ ہیں۔ دونوں جگہ مراد یہ ہے کہ بد کار اور غلط کار قوم کو مہلت دی جائی ہے کہ وہ اپنے اعمال و اطوار کو درست کر لیں، قبل اس کے کہ ان پر عذاب بازیل ہو۔

۳۔ یہ انگریزی لفظ فائر کی ہندوستانی صورت ہے یعنی: آگ، توب پ یا بندوق کا سر کرنا، توب چلانا، آگ بر سانا، توب کے گولے بر سانا۔

۲۲

۲۹

بے سو آج تذکرہ عدل و جور ہے
اپنا بھی ایک وقت تھا ان کا بھی دور ہے

۳۰

ہے چھتری بھی چپ نہ پٹا ہے نہ باںک ہے
پوری بھی خشک لب ہے کہ گھنی چھوٹا نک ہے
گوہر طرف ہیں کھیت پھلوں سے بھرے ہوئے
تحانی میں خبر نے کی نقط ایک پھانک ہے
کپڑا گراں ہے ستر ہے عورت کا آشکار
کچھ بس نہیں زباں پے فقط "ڈھانک ڈھانک" سے
بھگوان کا کرم ہو سودیشی کے نیل پر
لیڈر کی کھینچ کھائچ ہے گاندھی کی ہاںک ہے
اکبر پہ بار ہے یہ تماشائے دل شکن
اس کی تو آخرت کی طرف تاںک جھانک ہے

۳۱

ندا ہو کیک پر تم آپ خود بست پگرتے ہو
ت پھر کیا بیداری کو منہدم کرنے کو پھرتے ہو

۳۳

۳۴

دنیا تو اسی گھر کی کنیر آج ہے اکبر
صاحب سے ہو بیزار تو دنیا کو بھی چھوڑو

۳۵

عزیزوں کو سزاۓ قید سے رنج و ضرر پہنچا
حریفوں پر ذرا سوچو کر اس کا کیا اثر پہنچا

۳۶

ذہن میں آیا یہ مضمون تفکر آفریں
جب حقیقت پر نظر کی وہم کو کم کر دیا
دیر کو شکر لکھا چاہئے کرنا ادا
سامنے بت کے اسی نے شیخ کو خم کر دیا

۳۷

مہاتما جی سے مل کے دیکھو، طریق کیا ہے سجادہ کیا ہے
پڑی ہے چکر میں عقل سب کی، بگاڑ تو ہے بناؤ کیا ہے

۳۵

۳۶

رخ جو ہو تک موالات کا عقیٰ کی طرف
تیری آنکھیں نہ اٹھیں زینت دنیا کی طرف

۳۷

اے بھائیو، ہے دل میں تمہارے یہ ٹھنی کیا؟
سچا سکی شکوہ، یہ بتاؤ شدئی کیا؟
گبڑی بھی کچھ ان کی تو کہو اپنی بنی کیا؟
بے فائدہ تم کر رہے ہو رائے زنی کیا
بس صبر کرو طاعت و تقویٰ میں گزارو
رکھو سر تسلیم کو خم حق کو پکارو

۳۸

حضرت برہمؑ نے فرمایا پسند اس رائے کو
اونٹ کو زیبا متانت اور کلیلیں گائے کو
ان کو بڑھنا چاہئے اور ہم کو بچتا چاہئے
ہوم روں ۲ ان کو مبارک ہم کو تقویٰ چاہئے

۳۶

۳۹

یہی گاندھی سے کہہ کر ہم تو بھاگے
”قدم جتھے نہیں صاحب کے آگے“
وہ بھاگے حضرت گاندھی سے کہہ کے
”مگر سے بیر کیوں دریا میں رہ کے“

۴۰

ہمارے ملک میں سربراہ اقبال فرنگی سے
کہ نن کو آپریشن میں بھی شاخ خانہ جنگی ہے

۴۱

میرا فشا تھا یہی تہذیب کے ہی اندر تنیں
یہ غرض ہرگز نہ تھی پتوں کے کھٹل بنیں

۴۲

جو پوچھا میں نے کیسی شب تھی کل کیا حال تیرا تھا
ترے گھر میں نہیں تھی روشنی بالکل اندر ہمرا تھا
وہ بولا شوخی پروانہ سے میں ٹنگ آیا تھا
مرے دل میں پنگوں سے خیال جنگ آیا تھا

اچھلنے کو دنے کا شوق تھا پروانے کے سر میں
کیا ترک تعاون ، روشنی کی ہی نہیں گھر میں
کہا میں نے پروانو کو جو کچھ بھی ضرر پہنچا
 بتا مجھ کو کہ تاریکی کا تجھ پر کیا اثر پہنچا
 لگا کہنے اندر ہیرے میں تو ٹھوکر میں بھی کھاتا تھا
 گراز نے کے بد لے رینگنا ان کا خوش آتا تھا

نشان شوکتی و گاندھی کجا بود
 کہ اکبر صرف کشف ماجرا بود
 بجائے ملک لیکن مدعاویش
 خدا بود و خدا بود و خدا بود

کریں گے نہ ہم حکم نید پر صاد
 کہ فرآل میں ہے لا یحب الفساد

۳۸

۲۵

اس سوچ میں ہمارے ناصح ٹھبل رہے ہیں
گاندھی تو وجد میں ہیں یہ کیوں اچھل رہے ہیں
نشرو نمائے کوئل جن کو نہیں میر
پلک کی جے میں ان کے مضمون پل رہے ہیں
ہیں وفد اور اپلیس، فریاد اور دلیلیں
اور کبر مغلی کے ارمان نگل رہے ہیں
یہ سارے کارخانے اللہ کے ہیں اکبر
کیا جائے دل زدن ہے یوں ہی یہ چل رہے ہیں

۳۶

بھائی گاندھی کا دیلہ چاہئے
ہضم کابل کا بھی جیلہ چاہئے
دور ابھی ہے پیٹ چلنے کی بہار
آج کل تو ہے نگلنے کی بہار

۳۷

انگلش کو خدا نے پادشاہی دی ہے
رفار زمانہ نے گواہی دی ہے

مددوں بھی لگاتے ہیں مدراہ کا دم
ہندو کو چلم بھی لالہ سا ہی دی ہے

حکومت اور دولت کی جو دے چاٹ
تو بن جائیں گے آخر یہ ترسے بھاٹ
عداوت مذہبی جو ہے پرانی
ابھار ان کو بہ انداز نہانی
مجھے معلوم ہیں نیٹوں خصائیں
کہاں ہے وحدت ملکی پہ مائل
کوئی دادر کو اپنے رث رہا ہے
کوئی اک جانور پر کٹ رہا ہے
زبان ہی پر کوئی دیتا ہے یاں جان
معانی ہوتے ہیں لفظوں پہ قربان
حقیقت میں یہ سب ہیں شرک آلوں
اسی سے تو ہے ان کے سر پہ موجود
کوئی ان میں سے ایسا خود غرض ہے
کہ قومی بحث کو سمجھا مرض ہے

غرض دلت تو کی کر دے بوری
 تو ہے منظور اس کرب سے زوری
 تو وہ بیدار اور مسروف ہے
 کہ لے بے اثر بخوبی خس اس

ہندوؤں کے ساتھ ہو گئے

گائے کا پچھہ تو ٹھکانہ بھائی گاندھی نے پر
 شیخ جی کا اونٹ ہے کال میٹھا ہے دلپت
 دری میں ہستے ہیں سب کہے میں برسوں رو لئے
 شیخ جی کرتے ہی کیا باونے پیچے ہو گئے

پیٹ ۔ ۔ ۔ داکت پڑتا ہے
 دل بڑھاتے ۔ ۔ درکن گیتا ہے
 ہند ہی ہیں دیاحدا نے مقام
 نہ دے اب در ہی میں ہیتا ہے

۵۱

۵۲

اب شیخ جی مشیر برہمن کے پاس ہیں
گائیں اچھا رہی ہیں قصائی داس ہیں

۵۳

آب زرم سے کہا میں نے "ملا گنگا سے کیوں
کیوں تری طینت میں ایسی ناتوانی آ گئی"
وہ لگا کہنے کہ "حضرت آپ دیکھیں تو ذرا
بند تھا شیشی میں، اب مجھ میں روائی آ گئی"

۵۴

حای ہوا جو گائے کا بیشک ذہین ہے
سمجھا یہ دل میں گائے کے سر پر زمین ہے

۵۵

مراد بھی ملی ہمدرد بھی ہوتے مشہور
شریک ماتم اکبر ہوئے، یہ خوب کیا

۵۶

نہ صاحب کو مارو نہ صاحب سے گو
مجاتے یہو غل پتو نہ کنو

۵۷

کیوں نہ ہم ہو جائیں گاندھی کے وزیر
وہ نہ انور بے نہ کامل کے امیر
بلکہ لیں تسبیح بھی زنار بھی
قوم بھی خوش مطمئن سرکار بھی

۵۸

کہا بلبل نے ”کیوں رہوں خاموش
پھر کہاں یہ زمانہ پاؤں گی؟
ذنع ہونے کی کوئی بات نہیں
رہا پھرنا، تو دانہ پاؤں گی

۵۹

اگر چہ شیخ و برہمن ان کے خلاف اس وقت اب رہے ہیں
نگاہ تحقیق سے جو دلکھوانہیں کے سا۔ نجے میں ڈھل رہے ہیں

۶۰

وہ شیخ کی شجی رو نہ گئی، اسلام کو بت کا رام کیا
وہ کہ خدا کیا، نے لئی ملی۔ تو جو کھا کام کیا

ٹھاکر کی زبردستی نہ رہی، دہقان کی وہ پستی نہ رہی
سرکار کی بھی مرضی تھی تھی، گاندھی نے علاقہ خام کیا
باہر کا کوئی بیٹھنے نہ یہاں، افغان ہوں یا ہوں ترک میاں!
مطلوب تھا تھی پھر گاندھی پر عائد یہ عبث الزام کیا
افسوس تو ہے اس قوت پر اس خواہش پر اس حالت پر
یاروں کو لڑایا جس نے بہم، ہر صلح کو جنگ انجام کیا

۶۱

گاندھی ہے گنو آدمی وہ ٹلڑ تو نہیں ہے
محجرات ہی کی بات ہے کامل تو نہیں ہے
کچھ اس سے بذرکنے کی ضرورت تو نہیں ہے
معنی ہوں خطرناک وہ صورت تو نہیں ہے

۶۲

اس انتشار قومی کا کیا تجھ کو گلا ہے؟
آنندھی چلی ہے ایسی ذروں کی کیا خطا ہے؟

۱۔ مسلمان؛ صوبہ صنده کے پوربی اضلاع میں غیر مسلم لوگ مسلمانوں کو عموماً ترک یا ٹلک کہتے ہیں۔
یہی حال کل صوبہ مدراس، میسور اور انتہا ڈکن کا ہے۔ پوربی اضلاع میں مسلمانوں کو ”میاں“ اور
”میاں لوگ“ بھی کہتے ہیں۔

۲۔ انگریزی: سانڈ، ٹل

۳۳

۶۳

یہ جو ہنگامہ ہے جس کی ہر طرف تائید ہے
آپ کی تعلیم ہے اور آپ کی تقیید ہے
مسکانِ ادب کو آپ نے رسوا کیا
آپ کے دعویٰ اعظمت کی بھی اب تردید ہے
مرگ کا خطرہ مبارک ہو انھیں جو زندہ ہیں
ہم تو مردہ ہیں قیامت کی ہمیں امید ہے

۶۴

شونی غرب سے گھبرائی جو شرقی رندی
بت نے انگڑایاں لیں، زیر میں چونکی بندی
لب پہ آیا یہ سخن کیسی انھی ہے آندھی
لنجہ صبر و متنانت میں یہ اولے گاندھی
ذہنِ عالی سے ترشنے لگے قانون نے
عاجزی ہم کو بخونے کلی مضمون نئے

۶۵

ابھی تو آپ ہیں بخلی ادھر اریے، ادھر گریئے
قریب ہے وہ زمانہ کہ بہائے پھرئے

۲۵

خیال نشو دنما ہے انھیں کے چنگل میں
تو بحث کیا ہے، اسی مل ایں جائیے چرائیے

۶۶

ہم تاجر ہوں، تم نوکر ہو، اس بات پر سب کی عقل ہے گم
انگریز کی تو خواہش ہے یہی بازار میں ہم دربار میں تم

۶۷

لاکھ سمجھاتا ہوں اس کو میز پر آ چائے لی
یہ عروس ہند اب تک کہہ رہی ہے ”ہائے پی“

۶۸

جو شام فتنہ افق پر جہاں میں طاری ہے
وہ سلسلہ ابھی قائم ہے اور جاری ہے
نتیجہ اس کا عیاں ہو گا چند روز کے بعد
ظہور ساز بھی ہو گا دفور ساز کے بعد
خدا کی یاد سے پنور جن کا ہے سینا
سمجھ رہے ہیں کہ فطرت نہیں ہے تاپینا

۶۲

۶۹

حسن بھی ہے، زور بھی ہے اور خوش اقبالی بھی ہے
ہے مگر انسوں اس کا ہر طرف گالی بھی ہے

۷۰

ہر چند حال دنیا اس وقت منقلب ہے
ایمان مطہن ہے اور کفر مضطرب ہے
ظاہر پر تم نہ جاؤ ہے اختبار باطن
عقدہ مرے سخن کا کھل جائے گا کسی دن

۷۱

ان کی دلچسپی کی خاطر غل مچانا ہے ضرور
ہے یہ گستاخی وہ چاہیں کھلینا تم چپ رہو

۷۲

ڈاکٹر کہہ گئے ہرگز نہیں پہنچنے کا یہ پیٹ
ساری دنیا کو وہ کہتے ہیں نگل جائیں گے
ہم وہ لقہ ہیں کہ ہرگز نہ بچیں گے ان سے
نہ جو اس زعم میں مارا ہے پچتا ہیں گے

۷۴

۷۳

جو پوچھا، ”کیوں کراس منزل تاریک میں باندھی؟“

زبان حضرت شوکت سے بولے با اثر گاندھی

”مباش اے رہ نور د عشق فارغ از تپیدن ہا

کہ در آخر بجائی می رسما از خود رمیدن ہا“

۷۴

مسلم کامیاب پنہ سوت کر دے، ہندو کی بھی ٹھکرائی نہ رہے

بن جاؤ ہراک کے باپ یہاں، دعوے کو کوئی بھائی نہ رہے

ہم آپ کے فن کے گاہک ہوں، خدام ہمارے ہوں غائب

سب کام مثینوں، ہی سے چلے، دھوپی نہ رہے نالی نہ رہے

۷۵

گاندھی کے ساتھیوں میں جو ہیں وہ نیک عی ہیں

”مہراج“ اور ”مہاجر“ کے حرف ایک ہی ہیں

۷۶

سون لو یہ بجید ملک جو گاندھی کے ساتھ ہے

تم کیا ہو؟ صرف پیٹ ہو، وہ کیا ہے؟ ہاتھ ہے

۷۸

۷۷

دھوم ہے ترک موالات میں اور نام بھی ہے
ساتھ صاحب کے مگر، امن ہے آرام بھی ہے
شیخ پر فیر بھی کرتے ہیں، نمازی بھی ہیں آپ
مد و کفر بھی ہے، رونق اسلام بھی ہے

۷۸

کلیسا کے مقابل آج مشکل میرا جینا ہے
کہ غیروں سے اسے غصہ ہی ہے، مجھ سے تو کینا ہے

۷۹

نہ مولانا میں لغوش ہے، نہ سازش کی ہے گاندھی نے
چلا یا ایک رخ ان کو فقط مغرب کی آندھی نے

۸۰

اسچیج اسلک ذر تھی اب آہن ہے پاؤں میں
واں سو سنار کی تھی، ادھر اک لہار کی

اس ترک موالات کے کیڑے یہ پڑے کیوں؟
اتناہی ہے بس اس کا جواب آپ سڑے کیوں؟

انگلش ۱ کانگرس کے ہوئے موجہ سید ۲
خود گورمنٹ نے دی ان کو تھکت جید
نظم بنگال کی تینسخ ہوئی جب ظاہر
تو علی گزہ ہے بھی ہوا پیشکل بالآخر
اب بھی جو حکم ہو حاضر ہیں مسلمان غریب
لازی بات ہے لیکن کہ ہوں ہندو سے قریب
 وضع و مذهب میں تو حضرت علی نے ڈالا ہے خلل
شدی تھا کہ وہ قانون ادب جائے بدل
ہوشیاروں میں تو اب سوز کہاں باقی ہے
چند مستوں میں فقط دل کا دھواں باقی ہے

۱ انگریزی: یعنی انگریز نشسل کانگریس کے "خلاف"

۲ یعنی سریو احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ۔

ح یعنی علی گزہ کا مذہن انگلو اور نشسل کا حج۔ یا (اب اس کی موجودہ صورت میں) مسلم یونیورسٹی۔)

۸۳

رہوں میں محترzas سے، بلا شک ہے یہ دانائی
گراس سوچ میں ہے دل، یہ حالت پیش کیوں آئی

۸۴

تہذیب قدیم کے جب ارکان تھے چست
ملکی حالات سب رہے صاف و درست
تعلیم جدید نے کیا فتنہ پاپا
اے باو صبا این ہمه آوردة تست!

۸۵

مغری تعلیم سے دل ایشیا کا ہے ملوں
کر دیا خلقت کو اس نے بے تمیز و بے اصول
جو کرے اصلاح اس کی مدح کا ہے مستحق
اور باتوں کو بے ظاہر میں سمجھتا ہوں فضول

۸۶

لٹکر گاندھی کو ہتھیاروں کی کچھ حاجت نہیں
ہاں مگر بے انہا صبر و قناعت چاہئے

۵۱

۸۷

نئی روشنی کا ہوا تیل کم
حکومت نے اس سے کیا میل کم
ادھر مولوی کس پرسی میں تھے
نہ آفس میں تھے اور نہ کری میں تھے
یہ خبری کہ آپس میں مل جائے
سیاسی کمیٹی میں پل جائے
اسی میل کا آج کل ہے ظہور
خدا جانے چلت ہے اس میں کہ نور

۸۸

کیوں دلی گاندھی سے صاحب کا ادب جاتا رہا؟
بولے: کیوں صاحب کے دل سے خوف رب جاتا رہا؟

عدم ترک موالات کی توجیہ

آپ نے واپس نہ کیا کیوں خطاب؟
 بیٹھے ہیں گوشے میں کیوں مغموم وست؟
 کہنے لگے : اس کا اثر ہوگا کیا؟
 ناز بر آن کن کہ خریدار تست!

آپ کیوں اپنا خطاب اے خان واپس کیجئے!
 خود انھیں سے کہئے : میری شان واپس کیجئے
 واپسی آنزا کی جھگڑا ختم کر سکتی نہیں
 لوگ کہتے ہیں : خدا کو جان واپس کیجئے

اک شیخ حق اندیش سے یہ شعر سنائی
 جب چھاؤنی میں توپ دغی صبح کو ترکے

صاحب سے رہے مل کے وہی خوب ہے نٹوا
گھوڑا وہی اچھا ہے جو موڑ سے نہ بڑکے

۹۲

ان طریقوں سے امید خبر کیا
روہ کے دریا میں سُمر سے بیر کیا!

۹۳

بھی مرضی خدا کی تھی ہم ان کے چارج میں آئے
مرسلیم خم ہے جو مزاج جارج^۱ میں آئے

۹۴

دے خار کوئی پھول تو اس سے الجھ پڑوں
بدلی ہوئی ہو اہو تو موسم سے کیا لڑوں

۹۵

کوچہ سروں^۲ انگلش میں رہے ہم ساکن
جاہ وزر ہی کی تمنا میں کئے زیست کے دن

۱ انگریزی: دلی آدمی

۲ جارج چشم اور ششم شاہ انگلستان اور شہنشاہ بند کا نام

۳ انگریزی: انگریزوں کی ملازمت، خدمت، چاکری

وعظ گاندھی سے بدل سکتے ہیں کیوں کر باطن
”عمر ساری تو کئی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلمان ہوں گے؟“

۹۶

جاه و زر کے رہے انگلش سے ہمیشہ طالب
عہد پیری میں بدل سکتے ہیں کیوں کر قلب
مشتہر کر دیں یہ ہدم ۲ میں جناب جالب
زندگی بھر تو رہا عشق بتاں ہی غالب
”آخری وقت میں کیا خاک مسلمان ہوں گے؟“

۹۷

ہو جو تقویٰ کے سوا ترک موالات کچھ اور
تو وہ اسلام نہیں بلکہ ہوئی بات کچھ اور
علا خوش ہوئے سن کر یہ مرا شعر اکبر
ہاں مخالف نے کہا : ”بکئے خرافات کچھ اور“

س انگریزی: انگریزی قوم
لے آیک اردو روزانہ اخبار دنماں جو کھنڈ سے شائع ہوتا ہے۔
۲ تکھنے سے مشہور اخبار دنماں: ۳ آیک مدیر کا تخلص

بس آپ ہی سمجھئے اچھل کو
ہم سے یہ امید اب ہے ہے سود
تیزاب میں ہم تو گل چکے ہیں
ان کے سانچے میں ڈھل چکے ہیں

وعظ یہ کہئے اگر اصلاح نیشن لا چاہئے
نفس کی خواہش کو نن کو آپریشن لا چاہئے

میں نن کو آپریشن کے لئے تیار جست
تم تو لیکن ائیٹی نن کو آپریشن سے میں ہو مست
وہ دلاتا ہے دل دیندار کو تقویٰ کی یاد
ائی نن کو آپریشن ہے مگر شروع فاد

۱ انگریزی: تو میامت
۲ انگریزی: ترک موالات
۳ انگریزی: ترک موالات کی مخالفت

۱۰۱

ہم ہیں معدود گھر ہی میں ہیں دھرے
عافیت میں خلل پڑا تو مرے
جس کو ہو زور خانہ جنگی کا
وہ کرے سامنا فرنگی کا

۱۰۲

بھائی گاندھی کی روشنی میں بہت امید نہیں
ہے وہ دلچسپ مگر وسعت تقلید نہیں

بے پرواٹی و بے تعلقی

۱۰۳

چھوڑو	جھگڑے	پالنگی
ان باتوں سے اب منه موڑو		
کبے ڈائریکٹ کبے ہنسڑ		
لاو ساغر، کنڑ		

انگریزی: سیاسی

جے ڈائریکٹ انگریز کا نام تھا جو اپریل، مئی، جون ۱۹۱۹ء میں پنجاب کے قانون فوجی (مارشل لاء) کے
عارضی دور حکومت میں لاہور کی چھاؤنی میں فوج کا افراطی اور حاکم مطلق تھا۔ اسی کے عین سے امر تر میں
(ایجاد اگلے صفحے پر)

۱۰۳

دشمن ہیں سب خدا ہی کی رحمت ہے جاں نواز
 دل کو لگا خدا ہی سے لے اپنی آنکھ موند
 گولے تو ایر شپا سے وہ برسا چکے بہت
 پٹکا سکے نہ ابر سے پانی کی ایک بوند

۱۰۵

ترجمہ آیت قرآن کا سناتا ہوں تمہیں
 جس میں ہو اس کی جگہ دل وہ ہے سینا وہ ہے
 فقط ایک لہو لعب لے ہے یہ حیات دنیا
 بعد مرنے کے جو پیش آئے گا جینا وہ ہے

(چھلے سخنے کے آگے) جیسا والا باغ میں قتل عام کا وہ معز کہ ہوا تھا جو آزادی ہند کی تاریخ میں ایک اہم
 واقعہ شمار ہو گا۔

سچ ہنڑا ایک فرضی نام معلوم ہوتا ہے، انگریز لوگوں کے یہ نام عام ہیں اردو میں یہ لفظ چاکب اور کوزے
 کے معنوں میں آتا ہے۔

سچ انگریزی: مینائے شراب، شیش۔

لے انگریزی: ہوائی جہاز

جے قرآن مجید میں سورہ عکبوت، آیت ۲۳ میں ارشاد ہے کہ "یہ اس وقت کی زندگی سوا کھیل اور جی
 بہلا دے کے اور کچھ بھی نہیں اور اس کے بعد جو زندگی ہوگی اصلی زندگی تو وہ ہے، اگر یہ (کافر) لوگ
 جانتے ہو تے (تو یہ سب تبلط کاریاں نہ کرتے)" اسی طرح سورہ انعام میں آیت ۳۲ میں ہے "اس وقت
 کی زندگی سوا کھیل اور جی بہلا دے کے اور کچھ بھی نہیں اور جو لوگ برائیوں سے بچتے ہیں ان کے لئے تو
 اب بعد میں آنے والی زندگی ہی بہتر ہے کیا تم لوگ سوچتے بمجھتے نہیں ہو۔" پھر سورہ محمد آیت ۲۳ اور سورہ
 حمد آئے ۲۰ میں وقت حاضر کی زندگی کو محض کھیل کو دا اور زیرِ حکم اکھا گیا ہے۔

۱۰۶

عبرت کے ساتھ دیکھ تماشائے انقلاب
مژده کہیں ہے اور ”ہائے انقلاب“
فانی جہاں حشر کی منزل میں ہے روان
کس طرح طے ہو یہ جونہ ہو پائے انقلاب
ہر رنگ میں جسے نظر آتی ہے شان حق
باغ جہاں میں کیا اسے پروائے انقلاب
امید رکھ خدا سے عبادت سے منہ نہ موڑ
رنگ زمانہ کچھ ہی ہو، لاکھ آئے انقلاب

۱۰۷

مرد مسلم ہے اگر صبر کو کھونے کا نہیں
کفر سے طالب عزت کبھی ہونے کا نہیں

۱۰۸

ارماں بقدر طاقت ہر سو نکل رہے ہیں
صاحب تو اذربجی ہیں اور ہم اچھل رہے ہیں

۱۰۹

جھکا ہو ایں سوئے مشرق، ادھروہ مغرب میں تن رہا ہے
مرا فسانہ ہوا پرانا، اب اس کا افسانہ بن رہا ہے
نہیں ہے اب دور وقت آخر حضوری حق میں رہ تو حاضر
ان انقلابوں سے نہ ہو بیدل یہی فلک کا چلن رہا ہے

۱۱۰

مل نہ سکتی ممبری تو جیل کو ہی جھیتا
بے سکت ہوں درنہ کوئی کھیل میں بھی کھیتا

۱۱۱

انقلابوں کو سمجھہ خڑ کی تمہید فقط
ہے یہ ترکیب فسادات کی تجدید فقط

۱۱۲

حضرت عیسیٰ ہی کی آمد کا یہ سامان ہے
کوئی گھر آیا کرے مجھ کو اطمینان ہے

۱۱۳

کیوں گیس کے ساتھ اڑیے گوبر کی طرح لپئے
دونوں ہی میں زحمت ہے اللہ کہیں چھپئے

۱۱۳

ملو گاندھی سے اکبر اگر سڑکوں پر جے چاہو
جھکو سلطان کے آگے اگر فرمان رے اے چاہو
شریک بزم رند عافیت جو آکے ہو جاؤ
اگر ہو ذوقِ مستی اور دورِ جام مے چاہو

۱۱۵

ادھر پھرے ہوئے صاحب ہیں، اور زور ہوائی ہے!
ادھر روٹھے ہوئے گاندھی ہیں، شکوہ اور ڈھٹائی ہے!
جو ہر کو جپ رہے تھے نلک ہیں وہ ان بکھیروں سے
کدھر فریاد کو جائیں خدا ہی کی دبائی ہے

۱۱۶

نہ گاندھی کی رفاقت ہے، نہ صاحب سے توسل ہے
فلک کو دیکھتا ہوں، بس خدا ہی پر توکل ہے
جو عاقل ہے وہ موقع کے مطابق کام کرتا ہے
ہوا میں ہے تو شاییں ہے، نفس میں بے تو بلبل ہے

۱۔ اس مرکب میں رے ایران کے ایک شہر کا نام ہے۔ فرمان رے سے مراد حکومت، باشناہی، سلطنت
ہے۔

خدا خدا کرو خاموشی و ادب کے ساتھ
فضول جست مناسب نہیں ہے سب کے ساتھ

ادھر عزیت گاندھی کی مشرق کو ٹلاش
ادھر جلاتِ مغرب ہوا میں ہے، بم پاش
کہیں یہ شکوہ کہ انعام میں نہاں ہے فرب
کہیں یہ غصہ کہ شور و فقاں ہے سمع خراش
کہیں یہ طعن کہ یہ سامری ہے گاؤ پرست
کہیں یہ شبہ کہ خربز کی کھائے گا یہ قاش
کہیں یہ رجز کہ مشرق سے ارتباط عبث!
کسی پر قبر کہ غیرت ہے نذرِ لکڑِ معاش
کہیں یہ دسوسرہ، بنیاد تخت ست نہ ہو!
کہیں یہ خطرہ کہ گرنے لگئے نہ لاش پر لاش
کہیں یہ فیصلہ یہ سب ہیں ملکِ دُّوْم فروش!
کہیں یہ قول کہ یہ سب ہیں رند اور اوپاش
جدھر اٹھائیں نظر، ان میں ہے عیاں باہم!
عناد و نسبت و توجیں و کینہ و برخاش

تغیرات جہاں کون روک سکتا ہے
 ہر ایک پائے گا اعمالِ زشت کی پاداش
 فضول رائے کے اظہار میں جو ہیں سرگرم
 یہ شعر صاحبِ انھیں خامشی سکھائے کاش!
 تمیزلا نیک و بد روزگار کار تو نیست
 چو خشم آئیسہ در خوب و زشت حیران پاٹ

۱۱۹

ہم کو اس سے کچھ نہ مطلب ہے نہ قیل و قال ہے
 ان کے سر پر یہ انھیں کی شامت اعمال ہے

۱۲۰

تجربہ ترکِ تعاون کا کریں یہ نونہال!
 گورمیں جو پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں، ان کو کیا!
 خاتمه بالآخر ہے ان کا پرانے راگ پر
 وہ کہاں پائیں نئے سُر اور کریں اس دھن کو کیا!

۱۔ یہ شعر فارسی زبان کے مشہور و معروف ایرانی شاعر مرتضیٰ محمد علی صاحب (متوفی ۱۸۰۸ء) مطابق ۱۷۶۳ء
 کی اس غزل کا شعر ہے، جس کا مطلع ہے
 زہر زار تعلق کشیدہ دامان گریزان باش
 بہر چی کشدت دل ازان گریزان باش

۱۲۱

تم رہو اللہ ان ناپاک جھگڑوں سے الگ
تم کو کیا مطلب ہے ان سے، لجم خردندان سگ

۱۲۲

صاحب سے رکے تو راحتوں کو ترے
شوکت سے اگر پھرے تو لعنت برے
بہتر ہے کہ پڑھو توکل بہ خدا !
باہر رکھو قدم نہ اپنے گھر سے

۱۲۳

اٹھ دور فلک کا پڑ رہا ہے جو زمانے پر
تمہارے یہ رزویوشن اے کم کرنہیں سکتے!
کریں گے وہ ترقی ہم جو ہے ذاتی و روحانی
تمہارے ساتھ اس ذلت کا ماتم کرنہیں سکتے!

۱۲۴

ہزاروں ہی طریقوں سے ہم انگریزوں کو گھیرے ہیں
طواف اور کاۓ نہیں، رہ کوں کے پھیرے ہیں

سواری ہے انھیں کی براہ ان کی اور ڈاک ان کی
انھیں کی فوج ہے ان کی پلسی ہے اور تاک ان کی
ہوا میں ایرشپ ۲ ان کے سمندر میں جہاز ان کے
عمل ہم میں کیا کرتے ہیں نامعلوم راز ان کے!
علوم ان کے زبان ان کی، پرس ۳ ان کے لغات ان کے
ہماری زندگی کے سارے اجزاء پر ہیں ہاتھ ان کے!
بہت ایسے ہیں جو ترک تعاون کے بھی قائل ہیں
مگر اونچے جو ہیں اکثر طرف انگلش ۴ کے مائل ہیں
فقط ضد ہے جو کہتی ہے کہ ”جب اپنی زبان کھولو
ہارے پیسوے ملک گاندھی جی کی جے بولو“
قرآن کہہ رہے ہیں آرہا ہے دور فتنوں کا
ہوا میں وہ چلیں گی نقش مت جائے گا کتنوں کا!۔
کسی کی چل سکے گی کیا، اگر قرب قیامت ہے
مگر اس وقت ادھر چرخا ادھر ان کی وزارت ہے!

ان میں نہ رنگ درویش ان میں نہ شانِ شاہی
گالی ہے اور زندگی چرخا ہے اور انجمن!

۱۔ یعنی پولیس
۲۔ انگریزی: ہواں جہاز
۳۔ انگریزی: مطبع، اخبار اور سائل اور ان کے ذریعے خیالات کی اشاعت
۴۔ یعنی انگریزی زمار، انگریز قمر

۱۵

ظرافت

۱۲۶

مولوی جیل میں بُشے کو جو مونج اٹھتا ہے
گنبد چرخ مری آہ سے گونج اٹھتا ہے!

۱۲۷

بھائی مسلم رنگ گردوں دیکھ کر جاگے تو ہیں
خیر ہو قبلے کی لندن کی طرف بھاگے تو ہیں !
کہتے ہیں بت : دیکھیں کیسا رہتا ہے ان کا سجادہ
ہار کر سب سے میاں ہمرے گلے لاغے تو ہیں !

۱۲۸

اٹھے ہیں غربی ساتا روہن
لپکو پیرو، دوڑو موہن!

۱۲۹

حکام ہیں خرانہ و توب و فل کے ساتھ
خدمام ہیں شگوفہ ترک عمل کے ساتھ

بازو میں یاں نہ زور گلے میں نہ شوق شور
ہم تو مشاعرے میں ہیں اپنی غزل کے ساتھ

۱۳۰

اندیا نے کر تو پاندھی ہے
کوئی شوکت ہے کوئی گاندھی ہے
لیکن اب بھی بہت سے ہیں اڑیں
صرف پٹک ہے اور گاندھی ہے !

۱۳۱

مزاغالب بہت ہی گنگوو (نکوا پریشن) کا
یہ مشکل ہے اثر ان پر ہونن کو آپریشن کا !

۱۳۲

نہب واپس خیال جنت واپس
مسجد کا وہ حق وہ نذر دعوت واپس

۱۔ مصنف نے اسی طرح ان تینوں لفظوں کو قسمیں میں لکھا ہے۔ گنگوو اور نکوا اولیٰ درجے اور درجات کے ہندوستانوں کے مثالی نام ہیں۔ انگریزی لفظ ”ریشن“ سے غالباً ”ریزن“ یعنی عقل، عقلیت مراد ہے۔ ان قسمیں سے گھری ہوئے الفاظ کا لطف دوسرا صراغ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت نے یہ صاف کہہ دیا سب سے کہ میں
کرنے کا نہیں خطاب و خلعت واپس!

۱۳۳

ہندو مسلم ہیں جیسا دونوں غربی دور میں
شوخی اطفال خود سر قابل اظہار نیست!
جب بلایا ختنے کو لڑکا یہ کہہ کر چل دیا
کافر عشم مسلمانی مراد رکار نیست!
جب جنیو کو بلایا طفل ہندو بول اٹھا
ہرگ من تارکہ حاجت زیارت نیست!
ہے بلاشک قابل اصلاح تعلیمی نظام
اعتراض معرض مستوجب انکار نیست

۱۳۴

مشتبہ تیری دعا کا اثر اے اکبر ہے
روز لیوشن کے پٹانے سے مگر بہتر ہے!

۱۳۵

پتوں کے بٹن سے دھونی کا یقین اچھا
دونوں سے وہ جو سمجھے دنیا کو یقین اچھا!

۱۸

۱۳۶

بھائی گاندھی کا نہایت ہی مقدس کام ہے
رامپوری اساتھ ہیں اور رام ہی کا نام ہے

۱۳۷

نہ چھوڑو بھائی گاندھی کی حضوری !
کھلا ہی دیں گے تم کو رام پوری !

۱۳۸

نام میں گاندھی کے ہے دلچسپ صنعت یہ نہاں
ان بھی اس میں گائے بھی اس میں وہی بھی گھی بھی ہے

۱۳۹

کہا گاندھی سے کہ ”موزوں نہیں یہ آپ کا نام“
ہنس کے بولے کہ ”مخفی ہے صریحاً یہ نظام“

۱۔ یعنی مولانا محمد علی اور ان کے برادر بزرگوار شوکت علی (رحمۃ اللہ) جن کا دل رام پور تھا۔ اس مصروع کے آخری الفاظ میں غالباً اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ دونوں برادران بزرگ بہت عرصے تک گاندھی جی کے معتقد اور انہیں پیشسل کا نگریں میں شریک رہے تھے۔
۲۔ مسودے میں اس فرد کے بعد پھر وہی قطعہ درج ہے جو اور پر شمار ۳۷ میں لفظ ہوا ہے، اس لئے یہاں اسے ترک کیا گیا ہے۔

آپ کا زور تو جنگی نئے آلات میں ہے
قافیہ اس کا فقط "ترک موالات" میں ہے

۱۳۰

طب دہلی کی مدد سے بت کی صحت بڑھ گئی
قدرت باری سے بت خانے کی شوکت بڑھ گئی!
ڈھوندوت جب شیخ صاحب نے بھی کی پیش ضم
گاندھی آندھی ہو گئے چیلوں کی ہمت بڑھ گئی
آکسن! بھائی نے قربانی تعصباً کی جو کی
جان مل لی چپ ہو گئے گایوں کی وقعت بڑھ گئی

۱۳۱

بدھو کا لفظ تھا فقط اک مصلحت کی بات
دل میں مرے نہاں جو ہے میرے جی کی بات

۱۔ اس سے مولانا محمد علی مراد ہیں جو انگلستان کے آسکفورڈ یونیورسٹی کے طالب علم ہونے کے سب سے
وہاں کے دستور کے مطابق "آکسن" کہلاتے تھے۔ انگریزی طرز المائیں اس تلفظ کے دو یعنی ممکن ہیں۔
(۱) حرف او، اکس، او، این سے جو آسکفورڈ یونیورسٹی کے طلبہ کا خطاب ہے۔ (۲) او، اکس، ای، این
سے جو انگریزی لفظ آکس (یعنی بل کی جمع کی صورت ہے، آکسن بھائی کا لطف ظاہر ہے۔
۲۔ یہ انگریزوں کی اصطلاح میں انگریز قوم کا خطاب ہے، انگریزی میں بل سانڈ کے معنی میں آتا ہے۔

۱۲۲

یہ جماعت دیکھئے یہ ڈھول تاشا دیکھئے
 دوڑنا یاروں کا ایسا بے تحاشا دیکھئے
 آپ نے طاقت کی تو جو لانیاں دیکھیں بہت
 ضعف کے یہاں کا بھی اب تماشا دیکھئے!

۱۲۳

آگے تھارے رنگ کسی کا نہیں جا
 جے ہو تھاری اے مرے گاندھی مہاتما!
 لینے کے تم نہیں ہو گو رمنٹ کی مدد
 چورن کو کیا ضرور پرمنٹیا کی مدد!

۱۲۴

سوراج آپ کے احباب نے پایا جو اے حضرت!
 تو یہ فرمائیے پھر کیا کرے گی آپ کی ملت?
 وہ بولے مصر تک انگریز ہوں گے ہم سفر اپنے
 وہ چل دیں گے وہاں سے سوئے لندن اور ہم ملکے

ہر چیز ہوئے جناب واپس
 عہدہ واپس، خطاب واپس
 آزر پ نہیں ہے جس کا قبضہ
 وہ بھی کہتا ہے بے محابا
 غتنے کو کروں میں ضبط تا چند
 واپس پتلون، لاوہ تہبند
 رکھوں گالوں کو کیوں صفاحت؟
 واپس لوں گا میں ریش جھٹ پٹ
 ہوگی وہی دل نواز اپنی
 واپس لوں گا نماز اپنی!
 کہنے موڑ سے بڑھ رہے ہیں
 لالہ پھر رتحہ پ چڑھ رہے ہیں
 بیوی بھی خدا سے اب ڈریں گی
 واپس بے پردگی کریں گی
 بہتر ہے نہ دیکھو پیش یا پس
 اللہ کو کرو جان واپس
 جب تک ہے تمہارے جنم میں جان
 لپٹا ہی رہے گا تم سے شیطان!

۱۳۶

پاؤں میں ان کے تم نے زنجیر کیوں نہ پاندھی؟
بولے کہ ”شیخ بن کر اٹھے نہیں ہیں گاندھی“

۱۳۷

رات نن کو آپریشن کی جو اس نے ٹھان لی
ہو گیا لا چار میں، آخر روزائی ٹان لی!

۱۳۸

افلاک ایریش پے، زمیں سر پے گاؤں کے
اسوس شیخ جی کا ٹھکا نا کہیں نہیں !

۱۳۹

پر ہو تو اوچ دیکھو خر ہو تو گھاس دیکھو
ہم کیا سمجھائیں تم کو اپنی نکاس دیکھو !

۔ جناب مصنف نے یہاں مسودے میں اس لفظ کو رضائی اور رضاۓ دونوں طرح اور تلمے لکھا ہے؛ چو
اس لفظ کو عموماً ”رضائی“ سے لکھا جاتا ہے۔

۱۵۰

پوچھتا ہوں ”آپ گاندھی کو پکڑتے کیوں نہیں؟“
 سمجھتے ہیں ”آپس ہی میں تم لوگ لڑتے کیوں نہیں؟“
 حق قسمت کے تمہارے جب دکھائیں گے کبھی
 عادلانہ رنگ میں اٹھ کر کریں گے ہم بھی!

۱۵۱

ایک شوکت اور ضیاء الدین اوضع و خو میں ہیں
 فرق اتنا ہی ہے وہ جنگل میں ہیں یہ زوں میں ہیں

۱۵۲

رکھے اللہ آپ کا گاندھی کا جوزاً قرار
 آپ کے ہوں خان ساماں اور ان کے ہوں کہار

- ۱۔ یعنی لفظ کریم ڈاکٹر ضیاء الدین علی گڑھ کالج اور مسلم یونیورسٹی کے نامور پروفیسر اور واکس چانسلر اور صوبہ متحده کی آئینی مجلسوں کے رکن وغیرہ۔ آپ نام کے شاہی خطاب کی وجہ سے نزدے مخاطب کئے گئے تھے، مگر آپ اگست ۱۹۲۶ء کے اوخر میں آپ نے ہندی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کا رکن اور مجلس کے حکم دایماء کے مطابق یہ خطاب ترک کر دیا ہے۔
- ۲۔ انگریزی: چڑیا گھر، جانوروں کا عجائب خانہ۔

۱۵۳

جان ان کی کہیں ترک موالات نہ مارے
کہتے ہیں کہیں ترکوں موالات نہ مارے!

۱۵۴

منہ سے الفاظ کچھ نکالے ہیں
چپ ہیں وہ جو سمجھنے والے ہیں
شخ جی کو زرا گھلانا ہے
لالہ صاحب تو دیکھے بھالے ہیں

۱۵۵

اب جو صاحب لوگ مرتے ہیں، تو کہتے ہیں یہ بات
عاقبت جو کچھ بھی ہو، صاحب سے تو پچھا چھٹا!

۱۵۶

نہیں ہر گز مناسب پیش بینی دور آندھی میں
جو چلتا ہے تو آنکھیں بند کر لیتا ہے آندھی میں

۱ اس صدرے میں یہ لفظ دونہیں بلکہ تین ہیں: ترک، موالات۔ ترک سے مسلمان آدمی مراد ہے (ملاحظہ ہو قطعہ ۲۰ میں ترک میاں)۔ تین کا یہ انتہائی فہم۔ بہت بلند اور مستحسنی سے۔

۱۵۷

بت بن گئے خود شیخ تو گاندھی سے لڑے کون؟
صاحب ہی ہیں خاموش، تو آفت میں پڑے کون!
ٹوپیں ہر قی کے رسالے کے ہیں داغی
وہ ایڈبھی آنرا کا ہے پھر کہئے اڑے کون؟

۱۵۸

نہ ٹمٹم ہے نہ موڑ ہے، نہ گھوڑا ہے نہ ہاتھی ہے
نمودان کو مبارک بندہ تو چھڑے کا ساتھی ہے

۱۵۹

گاندھی تو ہمارا بھولا ہے اور شیخ نے بدلا چوالا ہے
دیکھو تو خدا کیا کرتا ہے صاحب نے بھی دفتر کھولا ہے
آز کی پیلی بوجھی ہے ہر اک کو تعلیٰ سوجھی ہے
جو چوکر تھا وہ سوچی ہے جو ماشنا تھا وہ تو لا ہے
یاروں میں رقم اب کنتی ہے اس وقت حکومت بُنتی ہے
کپوے تو ظلمت ہتی ہے بے نور محلہ ٹولا ہے!

۱۶۰

سب لوگ کہہ رہے ہیں کہ دیندار بھوت ہے
عامل کے واسطے بھی محل سکوتوا ہے

۱۶۱

پوچھتے کیا ہو ہم سے تم فتویٰ ؟
نہ کرو ہم پر باب آفت وا
اتنا کہتے ہیں رشہ ملک سے ہو
چخ چخا بھی دے اگر کتوا

۱۶۲

محسروں پر کہاں تک یہ چارج!
نادان اپنا دیکھیں لائڈ جارج!

۱۔ یہاں اس صریح سے بھت جناب مصنف نے تو سین میں لکھا ہے (گورنمنٹ گاندھی کو نیس پکڑتی) اس شعر سے شعر کے معنی بخوبی واضح ہو جاتے ہیں۔ عامل، عربی اصطلاح میں گورنر، حاکم صوبہ کو کہتے ہیں۔ بھوت اور عامل کا تعلق بھی ظاہر ہے۔

۲۔ اس انگریز کا پورا نام ڈیوڈ لائڈ جارج تھا۔ وہ جنوری ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوا، اور ۱۹۲۵ء میں اس دنیا سے سدھارا، وکالت کا پیشہ کرتا تھا۔ ۱۸۹۰ء میں چہلی مرتبہ انگلستان کی پارلیمنٹ کا رکن منتخب ہوا۔ اور ہوتے ہو تھے ۱۹۱۴ء میں ملک کا وزیرِ اعظم ہو کیا تھا۔ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۹ء تک کی چہلی جنگِ عظیم اور انگریزوں کی فتح میں اسے زبردست خل جاصل تھا۔ جنگ کے بعد وہ وزارتِ عظمیٰ کے عہدے سے الگ ہوا۔ بنداد، اہل ہند کے حق میں نہایت سنگدل تھا۔

۷۷

۱۶۳

طبع گاندھی و گورنمنٹ کو برہم نہ کرو
ہاتھ پائی ہے فب دصل کی، کچھ غم نہ کرو!

۱۶۴

ے فروٹی کو تو روکوں گا، میں باغی ہی سی
سرخ پانی سے ہے بہتر مجھے کالا پانی !

۱۶۵

بت خود بیس نے نیت کی ہے مجھ سے بے دفاعی کی
ترجم آئی ہے اس کے دل میں بھی گاندھی ادائی کی

۱۶۶

کیا طلب جو سواراج بھائی گاندھی نے
پھی یہ دھوم کہ ایسے خیالات کی کیا بات!
کمال پیار سے انگریز نے کہا ان سے
ہمیں تھہارے ہیں، پھر ملک و مال کی کیا بات!

۱۶۷

تُغّ زبان کی دیکھو ہر سو بڑنگی ہے
باپو کے حوصلے ہیں، صاحب کی دل گھی ہے

۱۶۸

شب وصال میں گاندھی کا وعظ آفت ہے
یہ حکم ہے کہ نہ بڑھیے ماس کی حد سے
ہر اک کی رگ میں نہیں ہے سکون روحانی
یہ ضبط سہل نہیں، جذبہ مجرد سے
نگاہ دور ہی رکھو، خیال کافی ہے
بجز فساد کے حاصل نہیں کچھ اس کد سے

۱۶۹

گاندھی سے کیوں ہو وحشت، باطن کی سُری ۱ ہے
شوکت سے کیوں نہ کھلکھلیں ان کی تو ہسٹری ۲ ہے!

۷۹

۱۷۰

جے کی بھی صدائٹھے گی چرخے بھی چلیں گے
لیکن یہ سمجھے لیجئے صاحب نہ ٹلیں گے!

۱۷۱

ہے سلطنت کی خواہش، پچھرا میں تن رہے ہیں!
صاحب بنا رہے ہیں، ہم لوگ بن رہے ہیں!

۱۷۲

گاندھی نے مان لی ہے مدن موئی جے صلاح
ہندی تو تھے ہی اب مدنی بھی وہ ہو گئے!

۱۷۳

حضرت گاندھی پھرے ہیں شملہ پر نور سے
واپسی موئی کی یاد آئی ہے کوہ طور سے

۱۔ انگریزی : تقریر، دعاظ، حدیث، درس
۲۔ مفہومی مذکور ہے مدن موہن والویہ۔ والویہ جی ہمارے ملک کے مشہور و معروف رہنما اور توصیف سے مستغنی
ہیں۔ دوسرے مصريعے کے لفظ مدنی، میں مدن موہن اور مدنہ طیبہ سے نسبت کے جود و معنی پیدا
ہیں، ان کا کمال لفظ عیاں ہے۔

مشتہر اخبار میں کردیں اسی مضمون کو گونج لے
اور بندوں کو بھی حاصل ہونے والا ہے عروج

۱۷۳

ڈسٹھ جب حد سے سوا یہ نن کو اپر دھو گئے
چپ ہوئے چنانچہ خاموش پرستی ہو گئے

۱۷۵

منطق بیان ہند میں بیکار ہے جناب
آنر کی چاٹ دیجیے بس جائیں یہ بدل
اطہمار عشق سے نہ پیچیں گی بائی جی
ان سے ماس کجھیے جائیں گی یہ پکھل

۱۷۶

نہیں کہتا کہ چھوڑو شغل ملکی دردمندی کا
بس اک نظارہ کر لو آکے شملہ کی بلندی کا!

- ۱۔ یہ لفظ یوں ہی لکھا ہے، معنی؟
- ۲۔ سری۔ والی۔ چنانچہ، جو عرب سے سک الہ آباد کے انگریزی اخبار لیڈر کے دری رہے اور ایک زمانے میں صوبہ متحدہ کی حکومت میں وزیر تعلیم بھی رہ چکے تھے ۱۹۳۲ء میں انتقال کیا۔
- ۳۔ یعنی رائٹ آرٹیلری سرچ بہادر پر والہ آبادی بالقابہ (سلام اللہ)

۱۷۷

اظہار جوش طمع میں وقت اپنا کھو چکے
اوپنگھے جناب شیخ بھی گاندھی بھی ہو چکے
پنڈت سکھائیں نجع میں پڑکے تو کیا کریں
کابل کے بلایے گائے جو بھڑکے تو کیا کریں؟
صاحب کا بھی بھلا ہو کہ مامن بجھا دیا
پنڈت کا بھی بھلا ہو کہ شعلہ بجھا دیا

۱۷۸

برائے ماپہ سر تخت خویش جا کر دی
دل حریص مرا غافل از خدا کر دی
مراست ناز و تبخیر کہ زر بدست آمد
تراست خند ہر بازی کہ خر بدست آمد

۱۷۹

نبری گز لیجیے گاندھی کا چدغا لیجیے
سکھیے برگذر سے اجرت مجھ سے خرچا لیجیے

۱۔ انگریزی: سانگ

۲۔ انگریزی فوج کا دستہ جس میں کم و بیش چھ سو سالی ہوتے ہیں اکبر کے کلام میں عجائز انگریز ہوتے ہیں
انگریزی تہذیب اور طرز زندگی مراد ہوتی ہے۔

۱۸۰

اے خدا ! مجھ کو کر دے صاحب لوگ
دور بو مجھ سے اس جنم کا روگ
میرا قلب بو قلب غربی
بھول جاؤں زبان بھی اپنی
رنگ چہرے کا میرے جائے بدل
کروں ایجاد میں بھی توبہ و رفل
سو کے انھوں جو آج صح کو میں
لوگ سمجھیں کہ لاث صاحب ہیں!

۱۸۱

انقلاب آیا نہی دنیا نیا بنگامہ ہے
شہاد نامہ ہو چکا ، اب دور گاندھی نامہ ہے

۱۸۲

جو امن سجا کی پیاں ہیں ، وہ پختہ روشن ہیں خام نہیں
دیوؤں ہی سے مطلب رکھتی ہیں ان کو طلب گلفام نہیں
اس دور میں اپنے کمرے میں قاز رہو تم اک بوغل پر
ساقی وہ نہیں وہ بارہ نہیں وہ بزرگ نہیں وہ جام نہیں !

۱۸۳

حکام سے نیاز، نہ گاندھی سے ربط ہے
اکبر کو صرف لفظ مضافات کا خط ہے!
ہستا نہیں وہ دیکھ کے اس کو پھاند کو
دل میں تو قبیلہ ہیں مغرب پر ضبط ہے

۱۸۴

جو ہیں مالوی اور شوکت میاں
لگئے کرنے آپس میں سر گوشیاں
 جدا جب ہوئے اور ملے بزم میں
تو پایا گیا یہ دلی عزم میں
وہ بولے کہ کامل سے ہو گا گزند
کریں گے ہم انگریز ہی کو پسند
یہ بولے کہ ہندو کا ہو گا جو رول
ہم انگریز ہی کو کریں گے قبول
نہ تھا ان کے آپس میں کچھ اس سے رنج
یہ پڑھنے لگئے ہو کے وہ نغمہ سخ
کریں! بخشائے برابر حال ما
کہ ہستم اسیر کندہ ہوا!

۱۔ انگریزی حکومت، راج

۲۔ فارسی کے مخطوط رسائلے "کریں" (منسوب بـ سعدی شیرازی) کا مشہور معرف فہرست پبلیکیشن ہے۔

۱۸۵

جی یہ ہے کہ یاروں نے بڑے زور لگائے
سوتی ہوئی قسم کو مگر کون جگائے!
سمم ایک ہی جھوٹکے میں محل و سرد و صنوبر
دم گائے کی واں ہل گئی اور پھر وہی گوبر!

۱۸۶

گاندھی اور مالوی ہیں گو یکدل
اختلافات کچھ ہوئے ظاہر
 مختلف ناپ کے ہیں دونوں سرے
 گاؤ دم ہو کے رہ گئے آخر!

۱۸۷

خوان قبول پر ہیں یہ دونوں چنے ہوئے
 دونوں ہی کے جناب معظم کفیل ہیں
 ہاں ایک کو زیادہ چہانا ضرور ہے
 لپسی ہے زور ہضم کلیجے ثقلیں ہیں

۱۸۸

کہاں کے بہرے نے گو ہوں شریک
خیالات میں پاپا گاندھی کے ساتھ
میں سمجھوں گا لیکن یہی ہومہ رول
تعلق جو ہو جائے آیا کے ساتھ

۱۸۹

اس وقت شیخ جی کو گاندھی سے میل سوچا
صاحب نے روک چاہی ان کو بھی کھیل سوچا
دونوں نے آخر اپنی اپنی نکاس دیکھی
اسکیم ان کو سوچھی اور ان کو جیل سوچا

۱۹۰

بھائی گاندھی لے کے بیٹھیں شرح معقولات ہند
سب کے حصے میں رہیں گے پھر بھی ماگولات ہند
شرک پھیلا ہو جہاں لازم ہے اک سرکوب بھی
مدتوں سے ہے یہی از جملہ معمولات ہند!

۱۔ یہ انگریزی لفظ بیرے کی اردو صورت ہے، معنی، حال، نوکر، ہر کارہ
۲۔ انگریز: خانگی حکومت، یونی اینی ٹکلی حکومت، اپنوں کی حکومت

۱۹۱

مرغ کیوں کر بنے گا ٹالا؟
 ایسا جو کہے وہ ہے
 چنانچہ
 ہرگز نہیں باز بھائی
 تکو
 ہدہ کو بنا دیا ہے اُو!
 دھوتی ارماد نکاتی ہے
 پتوں پر چیج ذاتی ہے!

۱۹۲

بھائی گاندھی خود سری کی آرزو کے ساتھ ہیں
 اور صاحب لوگ غربی رنگ دبو کے ساتھ ہیں
 مالوی جی سب سے بہتر ہیں مری دانست میں
 یعنی مندر میں ہیں اور اپنی گنو کے ساتھ ہیں!

۱۹۳

بھائی گاندھی نے ملک سے بے لی
 لاث صاحب کی پالی چھپی
 تھے جو چلتے ہوئے وہ رک ہی گئے
 اور گنی ان پر کیسے کیا تھا

کسٹمیں عملی تدبیر

۱۷۔ ۱۰۔ ۱۰۔ ۱۰۔ ۱۰۔ ۱۰۔

۱۹۳

وہ بغداد میں ہیں میں مندر میں گم ہوں
شر کینہ وہ ہیں تو میں گاؤ دم ہوں

۱۹۵

انسان کو تحفظ اپنا بھی ہے ضروری
وہ سربراکہ جس کو پروا نہ چھٹا کی !

۱۹۶

بدلئی پارچے میں آگ کیوں حضرت لگاتے ہیں !
وہ بولے بات تو یہ ہے کہ صاحب کو جلاتے ہیں !

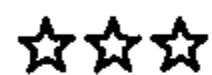
۱۹۷

ہمیں چرخا وہ کیوں دیتے ہیں کیوں کھدر پنھاتے ہیں ؟
وہ بولے تم قلی ہوشخل بھی ولی بناتے ہیں !
یہی بہتر ہے صورت اور معنی ہیں ہو یکسانی
لباس ان کا قلی کیوں مول لیں ہے یہ تو نادانی

۱۔ اصل شعر میں فرد کے بعد پھر وہی فرد درج ہے جو اور پر شمار ۲۵ ایسی درج ہو چکا ہے، لہذا اسے ہمارا ترک کیا گیا۔

۱۹۸

سائنس کی ترقی تو فیض ارثا ہے
لیکن ظہور گاندھی فرمائے یہ کیا ہے؟!



گاندھی نامہ

مدون و تقدیم

ڈاکٹر فخر الکریم



ادارہ نیا سفر
۲۸، مرزا غالب روڈ، الہ آباد

GANDHI NAMA

Akbar Allahabadi

Edited by
Fakhrul Kareem

ادارہ نیا سفر کی تازہ مطبوعات

۱۔ ترقی پسند تقید کی تقیدی تاریخ	سید محمد عقیل	تقید	۳۰۰ روپے
۲۔ موسموں کے بدلتے رنگ	رشیدہ عیاں	شاعری	۲۰۰ روپے
۳۔ آسمان بھی ہے	اقبال حیدر	شاعری	۲۰۰ روپے
۴۔ ترقی پسند تحریک سفر در سفر	علی احمد فاطمی	تقید	۲۰۰ روپے
۵۔ فیض کی شاعری میں اشتراکی رہنمائی	عزیزہ بانو	تقید	۳۰۰ روپے
۶۔ جدید خواتین افسانہ زگار	صالحہ زریں	تقید	۲۰۰ روپے
۷۔ نظر اور توسعہ نظر	صالحہ زریں	تقید	۲۰۰ روپے
۸۔ ساحر لدھیانوی حیات اور کارنامے	نغمہ پر دین	تحقیق	۳۰۰ روپے
۹۔ جوش کی شاعری کا فکری و سماجی مطالعہ	نیعم الحر صدیقی	تحقیق	۳۰۰ روپے
۱۰۔ اردو میں سائنسیک تقید	توفیر احمد	تقید	۱۵۰ روپے

ہم سے طلب کریں۔

ادارہ نیا سفر

۲۸ مرزا غالب روڈ، الہ آباد

فون: 9415306239